مجلس انصار اللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلہ

انصار الدین

جلد ۱۹ نمبر ۱

جنوری، فروری ۲۰۲۲ء　صلح و تبلیغ ۱۴۰۱ ہجری شمسی　جمادی الاول / جمادی الثانی / رجب ۱۴۴۳ ہجری قمری

وَسِّعْ مَکَانَکَ، یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

اپنے مکان کو وسیع کر کہ لوگ دُور دُور کی زمین سے تیرے پاس آئیں گے۔

(الہام حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ، تذکرہ ، صفحہ ۲۴۶ ، ایڈیشن چہارم)

Hadrat Kahlifatul Masih V ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز Inaugurates "Sarai Nasir"

Sarai Nasir

مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ

جنوری و فروری 2022ء

انصار الدین

جلد 19 نمبر 1

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ)

فہرست مضامین

- درس القرآن الکریم 2
- حدیث النبی ﷺ 3
- ارشادات سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام 4
- فرمودات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 5
- حقیقی انصار کون ہیں؟......سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ارشاد 6
- اداریہ: عظیم الشان تاریخی واقعہ اور اس کے تقاضے 7
- حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مجلس انصاراللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع 2021ء سے خطاب 9
- حضرت مہاشہ محمد عمر صاحب (سابق یوگندر پال) سیّدنا مصلح موعودؓ کے انداز حکیمانہ کا بیان (فرخ سلطان محمود) 15
- یک پیری وصد عیب (انصار کے لیے خصوصی تحریر) (ڈاکٹر احمد رضوان صادق) 21
- ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی کی زبانی سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے اخلاق کریمانہ کا تذکرہ (بشیر احمد رفیق خان) 24

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ
کیا آپ حضرت امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی
ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے
روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور
ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

صدر مجلس: ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن
قائد اشاعت: مظفر احمد بھٹی
مدیر: محمود احمد ملک
نائبین: صفدر حسین عباسی
میر انجم پرویز
سیّد حسن خان
مینیجر: شفقت محمود ملک
ڈیزائننگ: عامر ملک

Ansaruddin
33 Gressenhall Road,
SW18 5QH London
United Kingdom
E: ansaruddin@ansarullahuk.org

درس القرآن

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (الاحزاب:57)

اللہ اپنے بندے پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے بھی اور اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی اس نبی پر درود اور سلام بھیجتے رہو۔

جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے روز ایک گھڑی ایسی آتی ہے جو قبولیت دعا کی گھڑی ہے۔(صحیح بخاری کتاب الجمعۃ باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ حدیث نمبر 935) تو دعا کی جو گھڑی ہے اس میں جو دعا خدا تعالیٰ نے سکھائی ہے یعنی درود بھیجنے کی وہ اگر ہم کریں گے تو ہماری جو باقی وقتوں میں کی گئی دعائیں ہیں اس درود کی برکت سے قبولیت کا درجہ پائیں گی۔ پس جمعہ کے دن ہمیں درود شریف پڑھنے کا بھی خاص طور پر اہتمام کرنا چاہئے۔ مسلمانوں پر یہ بھی خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ پورے دن کی پابندی نہیں لگائی گئی کہ کچھ نہیں کرنا بلکہ جمعہ کی نماز کے بعد دنیاوی کاموں میں مصروف ہونے کی اجازت دی ہے۔ لیکن یہ اجازت ایک شرط کے ساتھ ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو نہیں بھولنا۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنا ہے یا ترتیب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنا ہے اور اس کا ذکر کرنا ہے۔ تو جو شخص اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے دنیاوی کام کرے گا کہ مَیں یہ کام اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے تحت کر رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا فضل تلاش کرو تو فوراً یہ خیال بھی دل میں آئے گا کہ میرا کوئی کام ایسا نہ ہو جو صرف دنیاوی لالچ کے زیر اثر ہو۔ میرا کاروبار، میری ملازمت، میری تجارت ان اصولوں پر چلتے ہوئے ہو جو تقویٰ کی طرف لے جانے والے ہیں۔ میں کہیں یہ نہ سمجھوں کہ کیونکہ یہ دنیاوی کاروبار ہے اس لئے اس میں یہ دھوکہ جائز ہے۔ نہیں بلکہ جب خدا تعالیٰ کا فضل مانگنا ہے تو پھر ہمارا ہر معاملہ صاف اور شفاف ہونا چاہئے۔ دوسرے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرو۔ اس سے ایک تو ہمیشہ یہ خیال رہے گا کہ مَیں نے اپنی عبادتوں کی حفاظت کرنی ہے۔ دوسرے یہ کہ میرے کام اگر اچھے ہو رہے ہیں، ان میں کامیابی حاصل ہو رہی ہے تو اس لئے کہ میرا پورا توکّل خدا تعالیٰ کی ذات پر ہے۔ اور پھر آخری آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ رزق دینے والی اصل ذات جو ہے خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ کاروباروں میں برکت پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پڑتی ہے۔ تمہاری کوئی پہچان ہے تو خدا تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ہے۔ اس لئے جب آخری زمانے میں مسیح موعود کو مان لو تو پھر دنیاوی لالچیں اور دنیاوی کھیل تماشے تمہارے سے بہت دور چلے جانے چاہئیں۔ اگر یہ اپنے سے دور نہ پھینکیں تو تمہاری حالت ایسی ہوگی جیسے تم نے مسیح موعود سے یہ عہد بیعت کر کے کہ ہم اپنی جان مال وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں گے، پھر مسیح موعود کو اکیلا چھوڑ دیا اور مسیح موعود نے جس کام کے لئے تمہیں جمع کیا تھا، ایک جماعت بنائی تھی، جماعت میں شامل ہونے کے لئے کہا تھا، اسے بھول گئے۔ خدا تعالیٰ سے کام کیا تھا یہی کہ خدا تعالیٰ سے ایک خاص تعلق جوڑنا، اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر سے اپنی زندگیوں کو سجانا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق ادا کرنا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس بات کو آزمانے کے لئے کہ تمہارا کس حد تک آخرین میں بھیجے ہوئے آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کے ساتھ تعلق ہے اور کس حد تک تم اس بات میں سچے ہو کہ ہم مسیح موعود سے کئے گئے عہد بیعت کو نبھانے والے ہیں، جمعہ پر حاضر ہونا تمہارا معیار مقرر کیا ہے۔ پس ہر احمدی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جمعہ کے لئے مسجد آنا یا اگر مسجد نہیں ہے تو چند احمدیوں کا اکٹھے ہو کر، جمع ہو کر جمعہ پڑھنا انتہائی اہم ہے۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 18؍ستمبر 2009ء سے انتخاب)

حدیث النبی ﷺ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن جمعہ پڑھنا فرض کیا گیا ہے، سوائے مریض، مسافر اور عورت اور بچے اور غلام کے۔ جس شخص نے لہو ولعب اور تجارت کی وجہ سے جمعہ سے لاپرواہی برتی، اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پرواہی کا سلوک کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز اور حمد والا ہے۔ (سنن دار قطنی۔ کتاب الجمعة۔ باب من تجب علیه الجمعة حدیث نمبر 1560 دار الکتب العلمیة بیروت 2003ء)

پھر ایک حدیث میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن نیکیوں کا اجر کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ (مجمع الزوائد۔ ومنبع الفوائد۔ جلد دوم۔ کتاب الصلاة باب فی الجمعة وفضلها حدیث نمبر 2999)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس کسی نے بلاوجہ جمعہ چھوڑا وہ اعمال نامے میں منافق لکھا جائے گا جسے نہ تو مٹایا جاسکے گا اور نہ ہی تبدیل کیا جاسکے گا۔ (مجمع الزوائد۔ ومنبع الفوائد۔ جلد دوم۔ کتاب الصلاة باب فی الجمعة وفضلها حدیث نمبر 2999)

حضرت جعد الضمری روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے تساہل کرتے ہوئے لگاتار تین جمعے چھوڑے (سستی کرتے ہوئے تین جمعے لگاتار چھوڑے) اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی تفریع ابواب الجمعة باب التشدید فی ترک الجمعة حدیث نمبر 1052)

حضرت سلمان فارسیؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنی استطاعت کے مطابق پاکیزگی اختیار کرے اور تیل لگائے اور گھر سے خوشبو لگا کر چلے اور دو آدمیوں کو الگ الگ نہ کرے (یعنی اپنے بیٹھنے کے لئے زبردستی پرے نہ ہٹائے) اور پھر جو نماز اس پر واجب ہے وہ ادا کرے۔ پھر جب امام خطبہ دینا شروع کرے تو وہ خاموشی سے سنے تو اس کے اس جمعہ اور اگلے جمعہ کے درمیان ہونے والے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (بخاری کتاب الجمعة باب الدھن للجمعة حدیث نمبر 883)

حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ سب سے پہلے آنے والے کو پہلا لکھتے ہیں اور پہلے آنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اونٹ کی قربانی کرے۔ پھر بعد میں آنے والا اس کی طرح ہے جو گائے کی قربانی کرے۔ پھر مینڈھا (بھیڑ)، پھر مرغی اور پھر انڈے کی قربانی کرنے والے کی طرح ہے۔ پھر فرمایا کہ پھر جب امام منبر پر آجاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر بند کر لیتے ہیں۔ یعنی فرشتے اپنے رجسٹر بند کر لیتے ہیں اور ذکر کو سننا شروع کر دیتے ہیں۔ (بخاری کتاب الجمعة باب الاستماع الی الخطبة یوم الجمعة حدیث نمبر 929)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی جمعہ کے روز امام کے خطبہ کے دوران بولے اس کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہو اور جو اس سے یہ کہے کہ خاموش رہے تو اس کا بھی جمعہ نہیں۔ (مسند احمد بن حنبل 1/230۔ جلد 1 مسند عبداللہ بن عباس حدیث 2033 عالم الکتب بیروت)

حضرت جابرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ سُلیک غطفانی جمعہ کے روز اس وقت آکر بیٹھ گیا جب رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو آپ نے اسے فرمایا: اے سُلیک! کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کرو اور اس میں اختصار سے کام لو۔ پھر آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے روز امام کے خطبہ دینے کے دوران آئے تو وہ دو رکعت پڑھے اور ان کو جلد جلد مکمل کر لے۔ (مسلم کتاب الجمعة۔ باب التحیة والامام یخطب حدیث نمبر 1908)

علقمہ روایت کرتے ہیں کہ مَیں عبداللہ بن مسعودؓ کے ہمراہ جمعہ کے لئے گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان سے پہلے تین آدمی مسجد میں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے کہا چوتھا مَیں ہوں۔ پھر کہا کہ چوتھا ہونے میں کوئی دُوری نہیں۔ پھر کہا مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور جمعہ میں آنے کے حساب سے بیٹھے ہوں گے۔ یعنی پہلا دوسرا تیسرا اور انہوں نے کہا پھر چوتھا اور چوتھا بھی زیادہ دور نہیں۔
(سنن ابن ماجہ کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیھا۔ باب ماجاء فی التہجیر الی الجمعة حدیث نمبر 1094)

امام الکلام ۔ کلام الامام

علیہ الصلوٰۃ والسلام

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اصل غرض انسان کی خلقت کی یہ ہے کہ وہ اپنے ربّ کو پہچانے اور اس کی فرمانبرداری کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔

مَیں نے جن اور انس کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں مگر افسوس کی بات ہے کہ اکثر لوگ جو دنیا میں آتے ہیں بالغ ہونے کے بعد بجائے اس کے کہ اپنے فرض کو سمجھیں اور اپنی زندگی کی غرض اور غایت کو مدنظر رکھیں وہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دنیا کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور دنیا کا مال اور اس کی عزتوں کے ایسے دلدادہ ہوتے ہیں کہ خدا کا حصہ بہت ہی تھوڑا ہوتا ہے اور بہت لوگوں کے دل میں تو ہوتا ہی نہیں۔ وہ دنیا ہی میں منہمک اور فنا ہو جاتے ہیں۔ انہیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ خدا بھی کوئی ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 134 جدید ایڈیشن)

’’میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سَو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظِلّ تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اِس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ

اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ

کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ ... پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے، اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ ... قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اِس سے نہ بھاگو۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26 تا 27)

’’میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلّل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق اُن کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں اُن لوگوں میں پھیلیں گی۔ اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کے شکار ہو جائیں گے ... اب خدائے تعالیٰ ان لوگوں پر نظر رحمت ڈالنا چاہتا ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 376، 377)

فرمودات

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

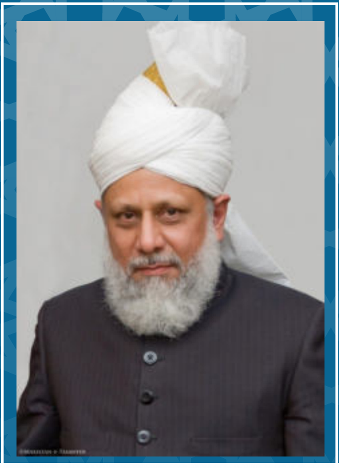

سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 31؍دسمبر 2021ء میں احباب جماعت کو نئے عیسوی سال کی مبارکباد دیتے ہوئے اس موقع پر نماز تہجد کی اہمیت اور بعض دعاؤں کے خاص طور پر پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ آنے والے سال کو افراد جماعت کے لیے، جماعت کے لیے من حیث الجماعت ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ ہر قسم کے شر سے جماعت کو محفوظ رکھے اور دشمن کے جو جماعت کے خلاف منصوبے ہیں ہر منصوبے کو خاک میں ملا دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو اللہ تعالیٰ نے وعدے کیے ہیں ان وعدوں کو ہم بھی اپنی زندگیوں میں کثرت سے پورا ہوتا ہوا دیکھیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ یہ نظارے بھی دکھائے۔ پس بہت دعائیں کرتے رہیں۔

نئے سال میں دعاؤں کے ساتھ داخل ہوں۔ تہجد کا بھی خاص اہتمام کریں۔ بعض مساجد میں ہو بھی رہا ہے۔ باقی جہاں نہیں ہے وہاں بھی کرنا چاہیے۔ انفرادی طور پر اگر اجتماعی طور پر نہیں تو انفرادی طور پر بھی اور گھروں میں بھی تہجد کی نماز ضرور خاص طور پر ادا کرنی چاہیے۔ دعا کرنی چاہیے۔ اول تو یہ مستقل عادت ہونی چاہیے لیکن کل سے جب پڑھیں یا آج رات سے تو اس کی بھی کوشش کریں کہ زندگیوں کا مستقل حصہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق بھی دے۔

یہ دعائیں بھی درود شریف اور استغفار کے علاوہ کثرت سے پڑھا کریں کہ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران:9)

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تُو ہمیں ہدایت دے چکا ہو اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تُو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔

پھر یہ بھی دعا پڑھیں:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ (آل عمران:148)

کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور اپنے معاملے میں ہماری زیادتی بھی اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور ہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت عطا کر۔

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس کی توفیق دے۔‘‘

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 21؍جنوری 2022ء)

بانی انصار اللہ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اہم پیغام

حقیقی انصار کون ہیں!

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے افرادِ جماعت کو خلیفہ وقت کی بھرپور اطاعت کرتے ہوئے دعوت الی اللہ کی عظیم ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

’’اگر تم اصلاح کرلو گے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہوجائے گا۔ اور اگر تم حقیقی انصار بن جاؤ تو خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرلو تو تمہارے اندر خلافت بھی دائمی طور پر رہے گی۔ اور وہ عیسائیت کی خلافت سے بھی لمبی چلے گی۔ عیسائیوں کی تعداد تو تمام کوششوں کے بعد مسلمانوں سے قریباً دوگنی ہوئی ہے۔ مگر تمہارے متعلق تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشگوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تعداد کو اتنا بڑھا دے گا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دوسرے تمام مذاہب ہندوازم، بدھ مت، عیسائیت اور شنٹو ازم وغیرہ کے پیرو تمہارے مقابلے میں بالکل ادنیٰ اقوام کی طرح رہ جائیں گے۔ یعنی ان کی تعداد تمہارے مقابلے میں ویسی ہی بے حقیقت ہوگی جیسے آج کل ادنی اقوام کی دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں ہے۔ وہ دن جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے یقیناً آئے گا۔ لیکن جب آئے گا تو اس ذریعہ سے آئے گا کہ خلافت کو قائم رکھا جائے، تبلیغ اسلام کو قائم رکھا جائے، تحریک جدید کو مضبوط کیا جائے، اشاعت اسلام کے لئے جماعت میں شغف زیادہ ہو اور دنیا کے کسی کونہ کو بھی بغیر مبلغ نہ چھوڑا جائے۔

مجھے بیرونی ممالک سے کثرت سے چٹھیاں آرہی ہیں کہ مبلغ بھیجے جائیں۔ اس لئے ہمیں تبلیغ کے کام کو بہرحال وسیع کرنا پڑے گا۔ اور اتنا وسیع کرنا پڑے گا کہ موجودہ کام اس کے مقابلہ میں لاکھواں حصہ بھی نہ رہے۔ مَیں نے بتایا ہے کہ خلافت کی وجہ سے رومن کیتھولک اس قدر مضبوط ہوگئے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں نے پڑھا کہ ان کے ۵۴ لاکھ مبلغ ہیں۔ ان سے اپنا مقابلہ کرو اور خیال کرو کہ تم سوڈیڑھ سو مبلغوں کے اخراجات پر ہی گھبرانے لگ جاتے ہو۔ اگر تم ان سے تین چار گنے زیادہ طاقتور بننا چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ تمہارا دو کروڑ مبلغ ہو۔ لیکن اب یہ حالت ہے کہ ہمارے سب مبلغ ملالئے جائیں تو ان کی تعداد دو سو کے قریب بنتی ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ عیسائیوں کو مسلمان کرلیں، بدھوں کو مسلمان کرلیں، شنٹو ازم والوں کو مسلمان کرلیں، کنفیوشس ازم کے پیروؤں کو مسلمان کرلیں تو اس کے لئے دو کروڑ مبلغوں کی ضرورت ہے۔ اور ان مبلغوں کو پیدا کرنا اور پھر ان سے کام لینا بغیر خلافت کے نہیں ہوسکتا۔

ہمارے ملک میں ایک کہانی مشہور ہے کہ ایک بادشاہ جب مرنے لگا تو اس نے اپنے تمام بیٹوں کو بلایا اور انہیں کہا کہ جھاڑو لاؤ۔ وہ ایک جھاڑو لے آئے۔ اس نے اس کا ایک ایک تنکا انہیں دیا اور کہا اسے توڑو۔ اور انہوں نے فوراً توڑ دیا۔ پھر اس نے سارا جھاڑو انہیں دیا کہ اب اسے توڑو۔ انہوں نے باری باری پورا زور لگایا مگر وہ جھاڑو ان سے نہ ٹوٹا۔ اس پر اس نے کہا: میرے بیٹو! دیکھو مَیں نے تمہیں ایک ایک تنکا دیا تو تم نے اسے بڑی آسانی سے توڑ دیا۔ لیکن جب سارا جھاڑو تمہیں دیا تو باوجود اس کے تم نے پورا زور لگایا وہ تم سے نہ ٹوٹا۔ اسی طرح اگر تم میرے مرنے کے بعد بکھر گئے تو ہر شخص تمہیں تباہ کرسکے گا۔ لیکن اگر تم متحد رہے تو تم ایک مضبوط سوٹے کی طرح بن جاؤ گے جسے دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکے گی۔ اسی طرح اگر تم نے خلافت کے نظام کو توڑ دیا تو تمہاری کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی اور تمہیں دشمن کھا جائے گا۔ لیکن اگر تم نے خلافت کو قائم رکھا تو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں تباہ نہیں کرسکے گی۔ تم دیکھ لو ہماری جماعت کتنی غریب ہے لیکن خلافت کی وجہ سے اسے بڑی حیثیت حاصل ہے۔ اور اس نے وہ کام کیا ہے جو دنیا کے دوسرے مسلمان نہیں کرسکے۔ مصر کا ایک اخبار الفتح ہے جو سلسلہ کا شدید مخالف ہے۔ اس میں ایک دفعہ کسی نے مضمون لکھا کہ گزشتہ تیرہ سو سال میں مسلمانوں میں بڑے بڑے بادشاہ گزرے ہیں مگر انہوں نے اسلام کی وہ خدمت نہیں کی جو اس غریب جماعت نے کی ہے۔ اور یہ چیز ہر جگہ نظر آتی ہے۔ یورپ والے بھی اسے مانتے ہیں اور ہمارے مبلغوں کا بڑا اعزاز کرتے ہیں۔ اور انہیں اپنی دعوتوں اور دوسری تقریبوں میں بلاتے ہیں...... یہ صرف خلافت ہی کی برکت تھی جس نے احمدیوں کو ایک نظام میں پرو دیا اور اس کے نتیجہ میں انہیں طاقت حاصل ہوگئی۔‘‘ (سبیل الرشاد جلد اول صفحہ 124-122)

اداریہ

ایک صدی قبل رونما ہونے والا

عظیم الشان تاریخی واقعہ اور اس کے تقاضے

1066ء میں ولیم ڈیوک آف نارمنڈی نے جو بعد میں ''فاتح ولیم'' (William the Conqueror) کے نام سے مشہور ہوا، نارمن لشکر کی مدد سے انگلستان پر حملہ کر دیا اور اسے فتح کر لیا۔ ولیم جب انگلستان کے ساحل پر اُترا تو نرم ریت پر پاؤں پڑنے کی وجہ سے اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کے سہارے آگے کی طرف گر گیا۔ یہ واقعہ اُس کے لئے نیز اس کے لشکر کے لئے اچھا شگون نہیں تھا کیونکہ اس کی وجہ سے لشکر کے اندر بددلی کی کیفیت پیدا ہو سکتی تھی۔ اس نازک موقعہ پر اُس نے اپنے حواس قائم رکھے اور جب وہ اُٹھا تو اسکے ہاتھوں کی مُٹھیوں میں ریت پکڑی ہوئی تھی۔ اُس نے اپنی فوج کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز سے کہا: ''دیکھو! انگلستان کی زمین میرے ہاتھوں میں ہے''۔

اس نوعیت کا ایک واقعہ اسلامی تاریخ میں بھی ملتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت کی بات ہے، مسلمانوں اور ایرانیوں میں جنگ قادسیہ ہونے والی تھی۔ اسلامی لشکر کے سردار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ خلیفہ وقت کی ہدایت کے مطابق حضرت سعدؓ نے ایک مختصر سا وفد حضرت مغیرہ بن زرارہ کی قیادت میں شاہ ایران کسریٰ یزدجرد کے پاس مصالحت کے لئے بھجوایا۔ بادشاہ ان کے ساتھ نہایت حقارت سے پیش آیا اور اسلامی لشکر کے افسران کو اور ہر ایک سپاہی کو اِس شرط پر کچھ رقم دینے کی پیشکش کی کہ وہ بغیر جنگ کے واپس لَوٹ جائیں۔ وفد نے یہ پیشکش مکمل طور پر ٹھکرا دی جس پر بادشاہ طیش میں آ گیا۔ اُس نے مٹی کا ایک بورا منگوایا اور وفد کے سردار کے کندھے پر رکھواتے ہوئے کہا کہ اب تمہیں اِس خاک کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ وفد کے سردار نے بڑے اطمینان کے ساتھ مٹی کا وہ بورا اپنے کندھوں پر رکھوالیا اور بلند آواز کے ساتھ اپنے ساتھیوں سے کہا ''چلو! بادشاہ نے خود اپنے ہاتھوں سے ایران کی زمین ہمارے حوالے کر دی''۔ بادشاہ مشرک تھا اور مشرک وہمی ہوتا ہے اس لئے وہ گھبرا گیا اور وفد کو روکنے کی کوشش کی تا کہ وہ مٹی کا بورا اُن سے واپس چھین لے لیکن وہ اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے اس کی دسترس سے باہر نکل گئے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک رؤیا میں اپنے آپ کو انگلستان کے ساحل پر فوجی لباس میں دیکھا تھا۔ آپؓ نے دیکھا کہ حضورؓ ایک فاتح جرنیل کی طرح چاروں طرف نظر دوڑا رہے ہیں کہ اتنے میں ایک آواز آئی ''ولیم دی کانکرر'' (William the Conqueror)۔ حضورؓ فرماتے ہیں کہ اُس وقت مَیں یوں محسوس کرتا ہوں جیسے یہ آواز اور میری روح ایک ہی وجود ہیں۔ اس خواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح ولیم نے انگلستان پر مادی فتح حاصل کی اسی طرح جماعت احمدیہ اسلامیہ اس پر روحانی فتح حاصل کرے گی۔ انشاءاللہ العزیز

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ خلفائے احمدیت میں وہ پہلے بابرکت وجود تھے جنہوں نے بنفس نفیس تشریف لا کر سرزمین انگلستان کو برکت بخشی۔ اس عظیم الشان واقعہ پر ایک صدی گزرنے کو ہے۔ انگلستان میں رہنے والے ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ حضورؓ کے رؤیا کی عملی تعبیر کے لیے ایک عزم صمیم کے ساتھ کوشش کرے اور دعوت الی اللہ کے لیے ہر ممکن جدوجہد کرتا چلا جائے یہاں تک کہ آئندہ دو سال میں دیار مغرب کے ہر باسی تک احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام پہنچ جائے۔

ہمیں یہ امر ہمیشہ پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ 1924ء میں جب سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے لیے انگلینڈ تشریف لائے تھے تو اپنے اس سفر کو انگلستان کی روحانی فتح کی بنیاد قرار دیا تھا۔ حضورؓ اس حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کے فضل سے انگلستان کی روحانی فتح شروع ہو چکی ہے۔...... جو کچھ مَیں کہتا ہوں وہ ایک روحانی امر ہے۔ جس کو صرف وہی دیکھ سکتے ہیں جن کی روحانی آنکھیں ہوں۔ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس بادشاہ نے جس کے قبضہ میں تمام عالم کی باگ ہے۔ مجھے رؤیا میں بتایا ہے کہ میں انگلستان گیا ہوں اور ایک

فاتح جرنیل کی طرح اُس میں داخل ہوا ہوں اور اُس وقت میرا نام ''ولیم فاتح'' رکھا گیا......مَیں اس خواب کی بِنا پر یقین رکھتا تھا کہ انگلستان کی روحانی فتح صرف میرے انگلستان جانے سے وابستہ ہے۔ اور اب میرے نزدیک انگلستان کی فتح کی بنیاد رکھ دی گئی ہے آسماں پر اُس کی فتح کی بنیاد رکھ دی گئی ہے اور اپنے وقت پر اس کا اعلان زمین پر بھی ہو جائے گا۔......انگلستان فتح ہو چکا۔ خدا کا وعدہ پورا ہو گیا اُس کی فتح کی شرط آسمان پر یہ تقدیر تھی کہ مَیں انگلستان آؤں۔ سو مَیں خدا کے فضل سے انگلستان پہنچ گیا ہوں۔ اب اس کارروائی کی ابتداء انشاءاللہ شروع ہو جائے گی اور اپنے وقت پر دوسرے لوگ بھی انشاءاللہ دیکھ لیں گے۔''

(اخبار الفضل قادیان بتاریخ 4/ اکتوبر 1924ء)

یہ امر واقعہ ہے کہ حضورؓ کے اس پہلے سفرِ انگلستان کے دوران کئی جہتوں سے جماعت احمدیہ کی ترقیات کی بنیاد رکھ دی گئی تھی اور آئندہ آنے والی نسلوں کو نہایت پُر حکمت پیغام دیتے ہوئے اُن کی راہ عمل بھی طے کر دی گئی۔ چنانچہ ''تاریخ احمدیت'' میں رقم ایک واقعہ پڑھنے اور سننے والوں کے دلوں میں ولولہ اور اُن کی روحوں میں ہمیشہ ارتعاش پیدا کرتا چلا جائے گا کہ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ 2/ اکتوبر 1924ء کو ''ولیم فاتح'' والا اپنا رؤیا پورا کرنے کی نیت سے خلیج پیونسی (Bay of Pevensey) تشریف لے گئے اور وہاں سے ایک کشتی کے ذریعہ اُس تاریخی مقام پر پہنچے جہاں ''ولیم دی کنکرر'' اترا تھا۔ حضورؓ نے ایک فاتح جرنیل کی طرح چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی، حضرت مولانا دردؔ اور مسٹر خالد شیلڈرک حضور کے ہمراہ تھے۔ حضرت بھائی جی بیان کرتے ہیں: ''اُس وقت آپ کے چہرہ پر جلال اور شوکت تھی مگر اس کے ساتھ ایک ربودگی ملی ہوئی تھی۔ اس کے بعد خاموشی کے ساتھ آپ نے دعا کی اس مقام کے ساتھ ہی ویلٹا ئین نام ایک بُرج سا ہے جس پر ایک توپ رکھی ہوئی ہے پھر آپ نے نماز قصر کر کے پڑھی اور اُس میں لمبی دعا کی۔ اور زمین پر اکڑوں بیٹھ کر پتھر کے سنگریزوں کی مٹھیاں بھریں اور فرمایا کسریٰ کے دربار میں ایک صحابی کو مٹی دی گئی تو صحابی نے مبارک فال لیا کہ کسریٰ کا ملک مل گیا اور لے کر رخصت ہوا......اور خدا نے وہ سرزمین صحابہ کو دے دی اس مبارک فال پر''۔ (اخبار الفضل قادیان بتاریخ 20/ نومبر 1924ء)

قارئین محترم! انگلستان کی سرزمین پر رقم ہونے والی یہ پاکیزہ داستان چند سال پہلے کی بات نہیں ہے، نہ ہی دو چار دہائیوں کا قصہ ہے۔ قریباً ایک صدی پہلے وہ گھڑی آئی تھی جب آسمانی بادشاہت کے مقدس نمائندے نے یہ اعلان کیا تھا کہ آسمان پر انگلستان کی فتح کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ اور اپنے وقت پر اس کا اعلان زمین پر بھی ہو جائے گا۔ پس ہمارے لیے یہ بہت سوچنے، غور و فکر کرنے اور اپنے کردار کا دیانتداری سے جائزہ لینے کا مقام ہے کہ آج قریباً ایک صدی گزر جانے کے بعد، اگر آج بھی تیسری نسل کے ایک نئے موڑ پر ہم تاریخ کے اوراق میں درج خوشخبریوں میں حقیقت کا رنگ بھرنے کی اپنی ذمہ داری ادا نہیں کر پا رہے، اگر ابھی تک ہم نے اپنے مقدّس خلفاء کی آواز مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ پر لبّیک کہتے ہوئے نَحْنُ اَنْصَارُاللّٰہِ کی صدا بلند نہیں کی، اگر ابھی تک ہم نے اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بار بار یاد دہانیوں کے باوجود اپنے عہد بیعت اور انصار اللہ کے عہد کو نبھانے کے لیے، دعوت الی اللہ کے اس عظیم الشان کام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے خلفائے عظام کا مددگار بننے کے لیے، اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اس عظیم کام کو سرانجام دینے کے لیے میدان عمل میں اُترنے کا قصد نہیں کیا، تو کیا ہم حقیقی انصار اللہ کہلانے کے حقدار ہیں؟

پیارے دوستو! اپنی زندگی کا باقی ماندہ عرصہ گزر جانے سے پہلے کچھ دیر کے لئے اعتکاف کیجیے اور اپنے مقصدِ حیات کا تعین کرنے کی سعی کیجیے۔ ہم جانتے ہیں کہ جب تک ہم میں سے ہر شخص خلافتِ حقّہ کی مسند پر فائز اپنے امام ہمام، اُس بابرکت وجود کی آواز پر کماحقّہ لبیک نہیں کہے گا اور ایک عزم صمیم کے ساتھ اپنے اس عہد کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کرے گا جو خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتے ہوئے ہم اپنے ہر اجلاس عام میں کھڑے ہو کر دہراتے چلے جاتے ہیں، تب تک دعوت الی اللہ کی راہ میں نَحْنُ اَنْصَارُاللّٰہِ کہنے کا حق ہم سے ادا نہیں ہو سکتا۔

خدا تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم حقیقی معنوں میں انصار اللہ میں شامل ہو کر دین اسلام کی سربلندی کے لئے اپنا کردار ادا کرنے والے ہوں اور سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی پاکیزہ روح جس عالمی روحانی نقشے کو اپنی چشم تصوّر میں بسا کر ہم سے رخصت ہوئی تھی، ہم بھی اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کرنے سے پہلے بانی انصار اللہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس روحانی جہاد میں اپنا عاجزانہ عمل پیش کر کے اپنے ربّ کے حضور سرخرو ہو جائیں۔ آپؓ کی قلبی کیفیات کا ترجمان یہ شعر ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے کہ

محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار   روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

(محمود احمد ملک)

ہمیں اپنے عہد بیعت کو نبھانے کے لیے، اپنے انصار اللہ کے عہد کو نبھانے کے لیے، اس عظیم کام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مددگار بننے کے لیے، اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اس عظیم کام کو سرانجام دینے کے لیے میدان میں اترنا ہوگا، تبھی ہم حقیقی انصار اللہ کہلا سکتے ہیں۔

’’سچی خوشحالی اور راحت تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور تقویٰ پر قائم ہونا گویا زہر کا پیالہ پینا ہے‘‘

(حضرت اقدس مسیح موعودؑ)

حقیقی انصاراللہ کے معیار کی بابت بصیرت افروز بیان

اختتامی خطاب امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ارشاد فرمودہ بر موقع سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ یوکے منعقدہ بتاریخ 08ر ستمبر 2021ء

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ انبیاء کو بھی جب مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ (آل عمران:53) یعنی کون ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے میں میرے مددگار ہوں، کہنا پڑا تو اس لیے کہ عظیم اور بڑے کاموں کو چلانے کے لیے مددگاروں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ قانونِ قدرت ہے کہ جو کام بہت سے لوگوں کے کرنے کا ہو اسے احسن رنگ میں کرنے کے لیے بہت سے لوگ چاہئیں اور ایک آدمی نہیں کرسکتا اور باوجود اس کے کہ انبیاء توکّل کے اعلیٰ معیار پر ہوتے ہیں، تحمل اور مجاہدات کے اعلیٰ معیار پر ہوتے ہیں وہ اسی قانون قدرت کے مطابق مددگاروں کو بلاتے ہیں۔ (ماخوذ از براہین احمدیہ حصہ دوم روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 59-60)

پس آپ جو اپنے آپ کو انصار اللہ کہتے ہیں اس بات کو ہر وقت سامنے رکھیں کہ انصار اللہ تبھی کہلا سکتے ہیں جب اس زمانے کے امام، اللہ تعالیٰ کے فرستادے، مسیح موعود اور مہدی معہودؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے صرف نام کے انصار اللہ نہ ہوں بلکہ اس روح کو سمجھتے ہوئے نَحْنُ اَنْصَارُاللّٰہِ (آل عمران:53) کا نعرہ لگائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں تکمیلِ اشاعت دین کا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کیا ہے یعنی تبلیغِ اسلام کا عظیم کام آپؑ کے سپرد کیا گیا ہے اور یہی کام کرنے کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کے افراد سے توقع کی ہے اور انصار اللہ کو سب سے بڑھ کر اس کا مخاطب اپنے آپ کو سمجھنا چاہیے۔ پس ہمیں اپنے عہدِ بیعت کو نبھانے کے لیے، اپنے انصار اللہ کے عہد کو نبھانے کے لیے، اس عظیم کام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مددگار بننے کے لیے، اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اس عظیم کام کو سرانجام دینے کے لیے میدان میں اترنا ہوگا، تبھی ہم حقیقی انصار اللہ کہلا سکتے ہیں۔ صرف منہ سے دعویٰ کر دینا کہ ہم انصار اللہ ہیں کافی نہیں ہے۔ اس کے لیے ہمیں اپنے جائزے بھی لینے ہوں گے کہ کس طرح ہم اس عظیم کام کو سرانجام دے سکتے ہیں۔ ہمیں اپنی حالتوں کو دیکھنا ہوگا کہ کیا وہ اس معیار کی ہیں جو بڑے بڑے کام سرانجام دینے کے لیے ہونی چاہئیں اور جس کی اس وقت دین کو ضرورت ہے۔

دین کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پھیلانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لیے ہمیں تعلق باللہ میں بھی ترقی کرنی ہوگی، تقویٰ میں بھی ترقی کرنی ہوگی، اپنے علم کو بڑھانے کی کوشش بھی کرنی ہوگی، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر پوری طرح کاربند رہنے کے لیے بھی کوشش کرنی ہوگی۔ پس ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم نے اپنی حالتوں میں وہ تبدیلی پیدا کرلی ہے یا اس تبدیلی کے پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ضروری ہے، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مددگار بننے کے لیے ضروری ہے۔ اگر

نہیں تو ہمارا نَحْنُ اَنْصَارُاللّٰہِ کا نعرہ بے مقصد اور بے بنیاد ہے۔ ہم میں سے بعض کا تو یہ حال ہے کہ خدام الاحمدیہ کی ابتدائی عمر کے خدام مجھ سے یہ پوچھتے ہیں کہ اگر ہمارے بڑے قابل اصلاح ہیں تو ہمیں اس کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ جہاں یہ بات خوش کن ہے کہ ہمارے نوجوانوں میں یہ سوچ پیدا ہو رہی ہے کہ ہمارے بڑوں کے تقویٰ کے معیار وہ نہیں جو ہونے چاہئیں اور ہم اس کی اصلاح کس طرح کر سکتے ہیں وہاں قابلِ فکر اور قابلِ شرم ہے ان لوگوں کے لیے جو بجائے نوجوانوں کے لیے نمونہ بننے کے ان کو فکر مند کر رہے ہیں۔ پھر کس منہ سے ہم نعرہ لگا سکتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لیے مددگار ہیں۔ پس ایسے لوگوں کے لیے بہت سوچنے کا مقام ہے۔ ہمیں بہت گہرائی میں جا کر اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مددگار کس طرح بن سکتے ہیں۔ پس ہر ایک اپنے اندر کا جائزہ لے اور تلاش کرے کہ ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے کیا چاہتے ہیں! ہمیں اس معیار کو حاصل کرنے کے لیے اپنے اندرونے کو کھنگالنا ہوگا، اپنے اندر جھانکنا ہوگا تبھی ہمیں پتہ چلے گا کہ کس قسم کے احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض ارشادات سامنے رکھنا چاہتا ہوں جن سے ہمیں ان معیاروں کا پتہ چلے جو ہم نے حاصل کرنے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقع پر فرماتے ہیں:

''اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے اور اس پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ آتے ہیں اور وہ صاحبِ اغراض ہوتے ہیں۔'' یعنی ان کی کوئی ذاتی غرضیں ہوتی ہیں۔ ''اگر اغراض پورے ہو گئے تو خیر ورنہ کدھر کا دین اور کدھر کا ایمان۔ لیکن اگر اس کے مقابلہ میں صحابہؓ کی زندگی میں نظر کی جاوے تو ان میں ایک بھی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا۔ انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔'' فرمایا کہ ''ہماری بیعت تو بیعتِ توبہ ہی ہے لیکن ان لوگوں کی بیعت تو سر کٹانے کی بیعت تھی۔'' میری بیعت کی ہے تم نے تو یہ اس لیے کہ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ نیکیوں کو قائم کریں گے، ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ کو دنیا میں پھیلائیں گے اور اپنی حالتوں کو بدلیں گے لیکن جو پرانے لوگ تھے، صحابہ تھے، انہوں نے جو بیعت کی تھی وہ زمانہ تو ایسا تھا جب ظلموں کی انتہا تھی اور جنگیں بھی ہو رہی تھیں، جنگیں ٹھونسی جاتی تھیں اور سر کٹوائے جاتے تھے۔ فرمایا کہ ''ایک طرف بیعت کرتے تھے اور دوسری طرف اپنے سارے مال و متاع، عزت و آبرو اور جان و مال سے دستکش ہو جاتے تھے گویا کسی چیز کے بھی مالک نہیں ہیں اور اس طرح پر ان کی کُل امیدیں دنیا سے منقطع ہو جاتی تھیں۔ ہر قسم کی عزت و عظمت اور جاہ و حشمت کے حصول کے ارادے ختم ہو جاتے تھے۔ کس کو یہ خیال تھا کہ ہم بادشاہ بنیں گے یا کسی ملک کے فاتح ہوں گے۔ یہ باتیں ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں بلکہ وہ تو ہر قسم کی امیدوں سے الگ ہو جاتے تھے اور ہر وقت خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر دکھ اور مصیبت کو لذت کے ساتھ برداشت کرنے کو تیار ہو جاتے تھے یہاں تک کہ جان تک دینے کو آمادہ رہتے تھے۔ ان کی اپنی تو یہی حالت تھی کہ وہ اس دنیا سے بالکل الگ اور منقطع تھے لیکن یہ الگ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی عنایت کی اور ان کو نوازا اور ان کو جنہوں نے اس راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا ہزار چند کر دیا۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 397-398)

یہ تو ایک احمدی کا معیار ہے جو بیعت کر کے سلسلہ میں شامل ہوتا ہے جس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے توقع رکھ رہے ہیں لیکن جو لوگ اپنے آپ کو انصار اللہ کہتے ہیں ان کا کیا معیار ہونا چاہیے۔ خود ہی ہمیں اپنے جائزے لینے ہوں گے۔ ایک موقع پر آپؑ نے فرمایا کہ ''لوگ حقیقتِ اسلام سے بالکل دور جا پڑے ہیں۔'' پتہ ہی نہیں کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے۔ ''اسلام میں حقیقی زندگی ایک موت چاہتی ہے جو تلخ ہے لیکن جو اس کو قبول کرتا ہے آخر وہی زندہ ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ انسان دنیا کی خواہشوں اور لذتوں کو ہی جنت سمجھتا ہے حالانکہ وہ دوزخ ہے اور سعید آدمی خدا کی راہ میں تکالیف کو قبول کرتا ہے اور وہی جنت ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا فانی ہے اور سب مرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں آخر ایک وقت آ جاتا ہے کہ سب دوست، آشنا، عزیز و اقارب جدا ہو جاتے ہیں۔ اس وقت جس قدر ناجائز خوشیوں اور لذتوں کو راحت سمجھتا ہے وہ تلخیوں کی صورت میں نمودار ہو جاتی ہیں۔ سچی خوشحالی اور راحت تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور تقویٰ پر قائم ہونا گویا زہر کا پیالہ پینا ہے'' بہت مشکل کام ہے۔ بہت محنت کرنی پڑتی ہے اس کے لیے۔ فرمایا کہ ''متقی کے لیے خدا تعالیٰ ساری راحتوں کے سامان مہیا کر دیتا ہے۔ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا۔ وَّ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (الطلاق:3-4) پس خوشحالی کا اصول تقویٰ ہے لیکن حصولِ تقویٰ کے لیے نہیں چاہیے کہ ہم شرطیں باندھتے پھریں۔ تقویٰ اختیار کرنے سے جو مانگو گے ملے گا۔ خدا تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ تقویٰ اختیار کرو جو چاہو گے وہ دے گا۔ جس قدر اولیاء اللہ اور اقطاب گذرے ہیں انہوں نے جو کچھ حاصل کیا تقویٰ ہی سے حاصل کیا۔ اگر وہ تقویٰ اختیار نہ کرتے تو وہ بھی دنیا میں معمولی انسانوں کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے۔ دس بیس کی نوکری کر لیتے یا کوئی اور حرفہ یا پیشہ اختیار کر لیتے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ ہوتا۔ مگر آج جو عروج ان کو ملا اور جس قدر شہرت اور عزت انہوں نے پائی یہ سب تقویٰ ہی کی بدولت تھی۔ انہوں نے ایک موت اختیار کی اور زندگی اس کے بدلہ میں پائی۔'' (ملفوظات جلد 5 صفحہ 106-107)

انصار اللہ کی عمر تو ایسی عمر ہے کہ جس میں اگلی زندگی کا سفر زیادہ واضح نظر آتا ہے اور آنا چاہیے۔ جتنی عمر بڑھتی ہے موت اتنی ہی قریب ہوتی جاتی ہے۔ اس میں ہماری ترجیحات کیا ہونی چاہئیں پھر میں کہوں گا اس کا اندازہ ہم خود

ہی سوچ کر لگا سکتے ہیں۔ پھر انسانی پیدائش کے مقصد کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’ایسے بنو کہ تا تم پر خداتعالیٰ کی برکات اور اس کی رحمت کے آثار نازل ہوں۔ وہ عمروں کو بڑھا بھی سکتا ہے مگر ایک وہ شخص جس کا عمر پانے سے مقصد صرف ورلی دنیا ہی کے لذائذ اور حظوظ ہیں اس کی عمر کیا فائدہ بخش ہوسکتی ہے؟ اس میں تو خدا کا حصہ کچھ بھی نہیں۔ وہ اپنی عمر کا مقصد صرف عمدہ کھانے کھانے اور نیند بھر کے سونے اور بیوی بچوں اور عمدہ مکان کے یا گھوڑے وغیرہ رکھنے یا عمدہ باغات یا فصل پر ہی ختم کرتا ہے۔ وہ تو صرف اپنے پیٹ کا بندہ اور شکم کا عابد ہے۔‘‘ وہ انہی کی عبادت کرتا ہے، اللہ کی عبادت تو نہیں کرتا۔ ’’اس نے تو اپنا مقصود ومطلوب اور معبود صرف خواہشاتِ نفسانی اور لذائذِ حیوانی ہی کو بنایا ہوا ہے مگر خداتعالیٰ نے انسان کے سلسلۂ پیدائش کی علت غائی صرف اپنی عبادت رکھی ہے۔ وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:57) پس حصر کر دیا ہے کہ صرف صرف عبادتِ الٰہی مقصد ہونا چاہیے۔‘‘ محدود کر دیا ہے، انسان کو پابند کر دیا ہے کہ عبادت الٰہی تمہارا مقصد ہونا چاہیے ’’اور صرف اسی غرض کے لیے یہ سارا کارخانہ بنایا گیا ہے۔ برخلاف اس کے اَور ہی اَور ارادے اور اَور ہی اَور خواہشات ہیں۔‘‘ لیکن عموماً کیا ہوتا ہے اس کے بالکل برخلاف ہو رہا ہے اور مختلف ارادے ہیں اور مختلف خواہشات ہیں۔ فرمایا ’’بھلا سوچو تو سہی کہ ایک شخص ایک شخص کو بھیجتا ہے کہ میرے باغ کی حفاظت کر۔ اس کی آبپاشی اور شاخ تراشی سے اسے عمدہ طور کا بنا اور عمدہ عمدہ پھول، بیل بوٹے لگا کہ وہ ہرا بھرا ہو جاوے۔ شاداب اور سرسبز ہو جاوے مگر بجائے اس کے وہ شخص آتے ہی جتنے عمدہ عمدہ پھل پھول اس میں لگے ہوئے تھے ان کو کاٹ کر ضائع کر دے یا اپنے ذاتی مفاد کے لیے فروخت کر لے اور ناجائز دست اندازی سے باغ کو ویران کر دے تو بتاؤ کہ وہ مالک جب آوے گا تو اس سے کیسا سلوک کرے گا؟‘‘

پس انصار اللہ کا کام تو باغ کی نگہداشت کرنا ہے۔ باغوں کے پھل پھول کی حفاظت کرنا ہے۔ باغوں کی نوجوان کلیوں کو سنبھالنا ہے نہ کہ ان میں یہ احساس پیدا کرنا کہ ہمارے بڑے غلطی کر رہے ہیں۔ پس بہت سوچنے کا مقام ہے۔ ’’خدا نے تو بھیجا تھا کہ عبادت کرے اور حق اللہ اور حق العباد کو بجالاوے مگر یہ آتے ہی بیویوں میں مشغول، بچوں میں محو اور اپنے لذائذ کا بندہ بن گیا اور اس اصل مقصد کو بالکل بھول ہی گیا۔ بتاؤ اس کا خدا کے سامنے کیا جواب ہوگا؟‘‘ فرمایا ’’دنیا کے یہ سامان اور یہ بیوی بچے اور کھانے پینے تو اللہ تعالیٰ نے صرف بطور بھاڑہ کے بنائے تھے جس طرح ایک یکہ بان چند کوس تک ٹٹو سے کام لے کر جب سمجھتا ہے کہ وہ تھک گیا ہے‘‘ اس کے ٹانگے کا گھوڑا تھک گیا ہے۔ ’’اسے کچھ نہاری اور پانی وغیرہ دیتا ہے اور کچھ مالش کرتا ہے تا اس کی تھکان کا کچھ علاج ہو جاوے اور آگے چلنے کے قابل ہو اور درماندہ ہو کر کہیں آدھ میں ہی نہ رہ جائے اس سہارے کے لیے اسے نہاری دیتا ہے۔ سو یہ دنیوی آرام اور عیش اور بیوی بچے اور کھانے کی خوراکیں بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھاڑے مقرر کئے ہیں کہ تا وہ تھک کر اور درماندہ ہو کر بھوک سے پیاس سے مر نہ جاوے اور اس کے قویٰ کے تحلیل ہونے کی تلافی مافات ہوتی جاوے۔ پس یہ چیزیں اس حد تک جائز ہیں کہ انسان کو اس کی عبادت اور حق اللہ اور حق العباد کے پورا کرنے میں مدد دیں۔‘‘ دنیاوی چیزیں اس لیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حق ادا کیے جائیں، بندوں کے حق ادا کیے جائیں، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کیا جائے، اپنے مقصد پیدائش کو پہچانا جائے ’’ورنہ اس حد سے آگے نکل کر وہ حیوانوں کی طرح صرف پیٹ کا بندہ اور شکم کا عابد بنا کر مشرک بناتی ہیں اور وہ اسلام کے خلاف ہیں۔ سچ کہا ہے کسی نے

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است
تُو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است‘‘

کہ کھانا تو جینے اور یاد خداوندی کے لیے ہے۔ تُو صرف یہی سمجھتا ہے کہ زندگی محض کھانے کے لیے ہے؟ نہیں! فرمایا کہ ’’مگر اب کروڑوں مسلمان ہیں کہ انہوں نے عمدہ عمدہ کھانے کھانا عمدہ عمدہ مکانات بنانا اعلیٰ درجہ کے عہدوں پر ہونا ہی اسلام سمجھ رکھا ہے۔ مومن شخص کا کام ہے کہ پہلے اپنی زندگی کا مقصد اصلی معلوم کرے اور پھر اس کے مطابق کام کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ (الفرقان:78) خدا کو تمہاری پرواہی کیا ہے اگر تم اس کی عبادت نہ کرو اور اس سے دعائیں نہ مانگو۔ یہ آیت بھی اصل میں پہلی آیت وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:57) ہی کی شرح ہے۔ جب خدا تعالیٰ کا ارادہ انسانی خلقت سے صرف عبادت ہے تو مومن کی شان نہیں کہ کسی دوسری چیز کو عین مقصود بنالے۔ حقوقِ نفس تو جائز ہیں مگر نفس کی بے اعتدالیاں جائز نہیں۔‘‘ نفس کے حق جائز ہیں، ادا کرو، کرنے چاہئیں لیکن حد سے بڑھ کے نہیں۔ ’’حقوق نفس بھی اس لیے جائز ہیں کہ تا وہ درماندہ ہو کر رہ ہی نہ جائے۔ تم بھی ان چیزوں کو اسی واسطے کام میں لاؤ۔ ان سے کام اس واسطے لو کہ یہ تمہیں عبادت کے لائق بنائے رکھیں نہ اس

’’نماز وہی ہے کہ کھڑے ہونے سے سلام پھیرنے کے وقت تک پورے خشوع خضوع اور حضورِ قلب سے ادا کی جاوے اور عاجزی اور فروتنی اور انکساری اور گریہ وزاری سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح سے ادا کی جاوے کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر ایسا نہیں تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہی تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس طرح کمال ادب اور محبت اور خوف سے بھری ہوئی نماز ادا کرو۔‘‘ (حضرت اقدس مسیح موعودؑ)

لئے کہ وہی تمہارا مقصود اصلی ہوں۔'' (ملفوظات جلد 5 صفحہ 247-249)

پس یہ ہے معیار جو ہم نے حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے اور کوشش کرنی چاہیے۔ اگر زندگی کے اس مقصد کو ہم سمجھ گئے تو ہم حقیقی انصار میں شامل ہو جائیں گے کیونکہ یہی معیار حاصل کرنے والے وہ لوگ ہیں جو نبی کے حقیقی مددگار بن سکتے ہیں۔

پھر یہ بات بیان فرماتے ہوئے کہ عبادت کے معیار ایک حقیقی مومن کے کیا ہونے چاہئیں، عبادت کس طرح کی جائے، آپ علیہ السلام نے ہمیں سمجھایا کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی محبتِ ذاتی سے رنگین ہو کر کرو، خلاصہ یہ ہے۔ اس کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ ''میں دوزخ اور بہشت پر ایمان لاتا ہوں کہ وہ حق ہے اور ان کے عذاب اور اکرام اور لذائذ سب حق ہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ انسان خدا کی عبادت دوزخ یا بہشت کے سہارے سے نہ کرے بلکہ محبت ذاتی کے طور پر کرے۔ دوزخ بہشت کا انکار مَیں کفر سمجھتا ہوں اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا حماقت ہے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی محبت ذاتی سے رنگین ہو کر کرے جیسے ماں اپنے بچہ کی پرورش کرتی ہے کیا اس امید پر کہ وہ اسے کھلائے گا؟ نہیں، بلکہ وہ جانتی ہی نہیں کہ کیوں اس کی پرورش کر رہی ہے یہاں تک کہ اگر بادشاہ اس کو حکم دیدے کہ تُو اگر بچہ کی پرورش نہ کرے گی اور اس سے یہ بچہ مر بھی جاوے تو تجھ کو کوئی سزا نہ دی جاوے گی بلکہ انعام ملے گا۔ تو وہ اس حکم سے خوش ہو گی یا بادشاہ کو گالیاں دے گی؟ یہ محبتِ ذاتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیے نہ کہ کسی جزا سزا کے سہارے پر۔ محبت ذاتی میں اغراض فوت ہو جاتے ہیں۔'' اگر محبت ذاتی ہو تو پھر کوئی غرض نہیں رہتی'' اور خدا تو وہ خدا ہے جو ایسا رحیم و کریم ہے کہ جو اس کا انکار کرتے ہیں ان کو بھی رزق دیتا ہے۔ کیا سچ کہا ہے ؎

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری''

دوستوں کو تُو کب محروم کرے جبکہ تُو تو دشمنوں کی بھی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے۔'' جب وہ دشمنوں کو محروم نہیں کرتا تو دوستوں کو کب ضائع کر سکتا ہے۔'' فرمایا کہ ''حضرت داؤدؑ کا قول ہے کہ میں جوان تھا اب بوڑھا ہو گیا ہوں مگر میں نے متقی کو کبھی ذلیل و خوار نہیں دیکھا۔''

پھر فرماتے ہیں کہ ''......اصل غرض انسان کی محبتِ ذاتی ہونی چاہیے۔ اس سے جو کچھ اطاعت اور عبادت ہو گی وہ اعلیٰ درجہ کے نتائج اپنے ساتھ رکھے گی۔ ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے مبارک بندے ہوتے ہیں وہ جس گھر میں ہوں وہ گھر مبارک اور جس شہر میں ہوں وہ شہر مبارک۔ اس کی برکت سے بہت سی بلائیں دور ہو جاتی ہیں۔ اس کی ہر حرکت و سکون اس کے در و دیوار پر خدا کی برکت اور رحمت نازل ہوتی ہے۔ میں اسی راہ کو سکھانا چاہتا ہوں، اسی غرض کے لیے خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے۔'' فرمایا ''یقیناً یاد رکھو کہ پوست کام نہیں آتا بلکہ مغز کی ضرورت ہے۔ لکھا ہے کہ ایک یہودی سے کسی مسلمان نے کہا کہ تُو مسلمان ہو جا۔ کہا کہ میں تیرے قول کو تیرے فعل (کی وجہ سے) نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔'' ایک یہودی سے کسی مسلمان نے کہا کہ تُو مسلمان ہو جا یہودی نے جواب دیا کہ میں تو تیرے قول کو، تیری باتوں کو، تیرے فعل کی وجہ سے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، تُو مجھے کہہ رہا ہے مسلمان ہو جا۔ لیکن جو تیری باتیں ہیں وہ اَور ہیں، تیرا عمل بالکل اَور ہے اور مجھے تو اس چیز سے نفرت ہے، کس بات پر تم مجھے بلا رہے ہو، کس بات کے لیے بلا رہے ہو کہ میں مسلمان ہو جاؤں، کیا تبلیغ مجھے کر رہے ہو؟ کہنے لگا یہودی کہ ''مَیں نے اپنے بیٹے کا نام خالد رکھا تھا۔'' اب خالد کا مطلب ہے ہمیشہ رہنے والا۔ کہتا ہے'' حالانکہ شام تک میں اس کو قبر میں دفن کر آیا۔'' اس نام رکھنے کے باوجود وہ زندہ نہیں رہا، شام تک میں نے اس کو دفنا بھی دیا۔ تو ناموں سے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ تم نام کے مسلمان کہلاتے ہو، نام کے انصار اللہ کہلاتے ہو تو اس سے تو کچھ نہیں بنے گا جب تک کہ قول و فعل ایک نہیں ہو جاتے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ''نام کچھ حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتا جب تک کام نہ ہو۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ مغز اور حقیقت کو چاہتا ہے، رسم اور نام کو پسند نہیں کرتا۔ جب انسان سچے دل سے سچے اسلام کی تلاش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کو اپنی راہیں دکھا دیتا ہے جیسے فرمایا۔ وَ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) خدا تعالیٰ بخیل نہیں، اگر انسان مجاہدہ کرے گا تو وہ یقیناً اپنی راہ کو ظاہر کر دے گا۔'' فرمایا کہ ''......مومن حقیقی مسیح کے وقت وہی ہو گا جو اس کے تابع ہو گا۔'' (ملفوظات جلد 5 صفحہ 107-109)

اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ وہی مسیح موعود ہونے کا ہے تو پھر اسی طرح ہمیں ان باتوں کی پابندی بھی کرنی ہو گی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں فرمائی ہیں اور وہ کیا ہے؟ خدا اور اس کے رسول کے احکامات پر عمل کرو۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں'' اس سلسلہ سے خدا تعالیٰ نے یہی چاہا ہے اور اس نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ تقویٰ کم ہو گیا ہے۔ بعض تو کھلے طور پر بے حیائیوں میں گرفتار ہیں اور فسق و فجور کی زندگی بسر کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو ایک قسم کی ناپاکی کی ملونی اپنے اعمال کے ساتھ رکھتے ہیں مگر انہیں نہیں معلوم کہ اگر اچھے کھانے میں تھوڑا سا زہر پڑ جاوے تو وہ سارا زہریلا ہو جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں جو چھوٹے چھوٹے (گناہ) ریاکاری وغیرہ جن کی شاخیں باریک ہوتی ہیں ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ دنیا کو تقویٰ اور طہارت کی زندگی کا نمونہ دکھائے۔ اسی غرض کے لئے اس نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔ وہ تطہیر چاہتا ہے اور ایک پاک جماعت بنانا اس کا منشاء ہے۔'' (ملفوظات جلد 5 صفحہ 96-97)

پس اس بات کے بعد ہمیں اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ ہماری حقیقت میں تطہیر ہو گئی ہے؟ کیا ہم نے اپنی زندگیوں کو اتنا پاک کر لیا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم سے چاہتے ہیں یا اس کے لیے کوشش کر رہے ہیں؟ اگر نہیں تو اب ہم دوسروں کو حقیقی رنگ میں راستہ نہیں دکھا سکیں گے۔

پس ہمیں بڑے خوف سے بڑی دعاؤں اور استغفار کے ساتھ اپنے جائزے لیتے رہنے چاہئیں۔

پھر اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ قرآن کریم میں علمی اور عملی تکمیل کی ہدایت ہے، آپؑ فرماتے ہیں ’’پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن کریم میں علمی اور عملی تکمیل کی ہدایت ہے چنانچہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ (الفاتحہ:6) میں تکمیل علمی کی طرف اشارہ ہے اور تکمیل عملی کا بیان صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ (الفاتحہ:7) میں فرمایا کہ جو نتائج اکمل اور اتمّ ہیں وہ حاصل ہو جائیں۔ جیسے ایک پودا جو لگایا گیا ہے جب تک پورا نشوونما حاصل نہ کرے اس کو پھل پھول نہیں لگ سکتے۔ اسی طرح اگر کسی ہدایت کے اعلیٰ اور اکمل نتائج موجود نہیں ہیں وہ ہدایت مردہ ہدایت ہے جس کے اندر کوئی نشوونما کی قوت اور طاقت نہیں ہے۔ جیسے اگر کسی کو وید کی ہدایت پر پورا عمل کرنے سے کبھی یہ امید نہیں ہو سکتی کہ وہ ہمیشہ کی مکتی یا نجات حاصل کر لے گا اور کیڑے مکوڑے بننے کی حالت سے نکل کر دائمی سرور پا لے گا تو اس ہدایت سے کیا حاصل۔ مگر قرآن شریف ایک ایسی ہدایت ہے کہ اس پر عمل کرنے والا اعلیٰ درجہ کے کمالات حاصل کر لیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے اس کا ایک سچا تعلق پیدا ہونے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اعمالِ صالحہ جو قرآنی ہدایتوں کے موافق کئے جاتے ہیں وہ ایک شجرِ طیب کی مثال جو قرآن شریف میں دی گئی ہے، بڑھتے ہیں اور پھل پھول لاتے ہیں۔‘‘

پس یہ عمل ہونے چاہئیں ہمارے۔ قرآن کریم کے حکموں کی تلاش کریں، جو نواہی اور اوامر ہیں ان کو دیکھیں، جو نہ کرنے والی باتیں ہیں، ان سے رکیں جو کرنے والی باتیں ہیں ان کو اختیار کریں، اپنی حالتوں کو بہتر بنائیں تبھی ہم حقیقی بیعت کا حق ادا کر سکتے ہیں اور تبھی ہم حقیقی رنگ میں انصاراللہ بن کے یہ پیغام دنیا کو پہنچا سکتے ہیں اور دنیا کو سیدھے رستے پہ چلا سکتے ہیں۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں ’’ایک خاص قسم کی حلاوت اور ذائقہ ان میں پیدا ہوتا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 188-189) جو یہ سب کام کرتے ہیں وہ پھر ایسے پھل پیدا کرتے ہیں جس میں ایک خاص قسم کی حلاوت پیدا ہو جاتی ہے۔ ذائقہ پیدا ہو جاتا ہے، ایک عجیب مزہ بن جاتا ہے اس چیز کا۔

پھر عملی حالتوں کو قرآنی تعلیم کے مطابق ڈھالنے اور اپنے قول و فعل کو ایک کرنے کے بارے میں تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ (العصر:3-4) کی تفسیر کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: ’’مجھے معلوم ہے کہ ایک شخص ایک مولوی کی صحبت کے باعث مسلمان ہونے لگا۔‘‘ باتیں سن سن کے، نیکی کی باتیں سن کے مسلمان ہونے لگا۔ ’’ایک روز اس نے دیکھا کہ وہی مولوی شراب پی رہا تھا تو اس کا دل سخت ہو گیا اور وہ رک گیا۔‘‘ اس نے کہا کہ باتیں تو بڑی اچھی کر رہا ہے، نیکی کی باتیں بتا رہا ہے، شراب کے نقصان مجھے بتا رہا ہے لیکن ایک دن وہ مولوی خود بیٹھا شراب پی رہا ہے۔ اس نے کہا پھر ایسے مذہب سے بچ کے ہی رہنا چاہیے۔ فرمایا: ’’غرض تَوَاصَوۡا بِالۡحَق میں یہ فرمایا کہ وہ اپنے اعمال کی روشنی سے دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں۔‘‘ یعنی اپنے عمل جو ہیں اس سے دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں، صرف باتوں سے نہیں کرتے ’’اور پھر ان کا شیوہ یہ ہوتا ہے۔ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ یعنی صبر کے ساتھ وعظ و نصیحت کا شیوہ اختیار کرتے ہیں۔‘‘ اور پھر صبر کے ساتھ وعظ و نصیحت کرتے جاتے ہیں۔ صرف باتوں کے ذریعہ سے تبلیغ نہیں کرنی بلکہ اپنے عمل سے تبلیغ کرنی ہے، اپنے عمل سے دوسروں کو قائل کرنا ہے اور پھر مستقل مزاجی سے اس پر قائم رہتے ہوئے ان کو نصیحت کرنا اور تبلیغ کرتے چلے جانا ہے۔ ’’جلدی جھاگ منہ پر نہیں لاتے۔‘‘ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 191-192) غصہ میں نہیں آ جاتے یہ لوگ اگر مخالفت ہو تو۔ پس تبلیغ کے لیے یہ دو باتیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہئیں کہ اپنے عمل اور تعلیم میں مطابقت پیدا کرنا اور دوسرے صبر سے کام لیتے ہوئے مستقل مزاجی سے اور برداشت سے تبلیغ کرتے چلے جانا ہے۔ پس ہمیں اس حوالے سے بھی اپنے جائزے لینے چاہئیں اور تبلیغ کے کام کو آگے بڑھانا چاہیے۔ یہاں تو مواقع ایسے ہیں کہ تبلیغ کے بہت سارے کام ہو سکتے ہیں۔ جہاں روکیں ہیں وہاں اگر روکیں ہمارے رستے میں حائل ہیں اور قانون اور حکومتیں اگر رستے میں حائل ہیں تو دوسری جگہ جہاں ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں کیوں نہ اٹھایا جائے۔ پس جو اِن ملکوں میں رہ رہے ہیں، آزادانہ طور پر جن کو تبلیغ کے مواقع میسر ہیں ان کو چاہیے کہ پہلے سے بڑھ کر تبلیغ کے لیے میدان میں نکلیں اور اپنے عمل سے ثابت کر دیں کہ اسلام ہی وہ حقیقی مذہب ہے جو دنیا کو راہ راست پر لا سکتا ہے اور دنیا کو نجات دلا سکتا ہے۔

> **اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے کا صحیح طریق اپنی عبادتوں کو اس کے حکم کے مطابق بجالانا ہے یعنی پانچ وقت کی نمازوں کی حفاظت اور ادائیگی، دلی سوز سے ادائیگی اور توجہ کے ساتھ ادائیگی**

بہرحال یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا کرتے ہوئے کریں گے تو برکت ہو گی۔ ذاتی اغراض نہیں ہونی چاہئیں جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’انسان کو چاہیے کہ ساری کمندوں کو جلا دے اور صرف محبت الٰہی ہی کی کمند کو باقی رہنے دے۔ خدا نے بہت سے نمونے پیش کئے ہیں۔ آدمؑ سے لے کر نوحؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تک کل انبیاء اسی نمونہ کی خاطر ہی تو اس نے بھیجے ہیں تا لوگ ان کے نقش قدم پر چلیں۔ جس طرح وہ خدا تعالیٰ تک پہنچے اسی طرح اَور بھی کوشش کریں۔ سچ ہے کہ جو خدا کا ہو جاتا ہے خدا اس کا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ ایسا نہ ہو کہ تم اپنے اعمال سے ساری جماعت کو بدنام کرو۔‘‘ فرمایا کہ ’’شیخ سعدی صاحب فرماتے ہیں:

بدنام کنندہ نکونامے چند‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 246)

کہ ایک برا آدمی کئی نیک ناموں کی بدنامی کا باعث بن جاتا ہے۔

پس ہمیں بہت سوچنے کی ضرورت ہے۔ انصاراللہ، حقیقی انصاراللہ بننے

کے لیے بہت غور کرنے کی ضرورت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی محبت ہمیں اپنے دل میں پیدا کرنے کی بہت کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارے عمل بھی اس وقت حقیقی عمل بنیں گے جب ہم خدا تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے نیکیاں بجالانے کی کوشش کریں گے۔ ہمارے کاموں میں برکت اس وقت پڑے گی جب اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں گے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم کام میں معاون و مددگار تبھی بن سکیں گے جب ہم اپنے ہر قول و فعل کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حکموں کے مطابق کرتے ہوئے پھر اللہ تعالیٰ سے اس میں برکت کی دعائیں مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے کا صحیح طریق اپنی عبادتوں کو اس کے حکم کے مطابق بجالانا ہے یعنی پانچ وقت کی نمازوں کی حفاظت اور ادائیگی، دلی سوز سے ادائیگی اور توجہ کے ساتھ ادائیگی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا:

”سو تم نمازوں کو سنوارو اور خدا تعالیٰ کے احکام کو اس کے فرمودہ کے بموجب کرو۔ اس کی نواہی سے بچے رہو۔ اس کے ذکر اور یاد میں لگے رہو۔ دعا کا سلسلہ ہر وقت جاری رکھو۔ اپنی نماز میں جہاں جہاں رکوع و سجود میں دعا کا موقعہ ہے دعا کرو اور غفلت کی نماز کو ترک کر دو، رسمی نماز کچھ ثمرات مرتب نہیں لاتی۔“ رسمی نمازوں کو کوئی پھل نہیں لگتے صرف فرض پورا کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔ ”اور نہ وہ قبولیت کے لائق ہے۔ نماز وہی ہے کہ کھڑے ہونے سے سلام پھیرنے کے وقت تک پورے خشوع خضوع اور حضور قلب سے ادا کی جاوے اور عاجزی اور فروتنی اور انکساری اور گریہ وزاری سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح سے ادا کی جاوے کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہی تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس طرح کمال ادب اور محبت اور خوف سے بھری ہوئی نماز ادا کرو۔“ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 236)

یہ ہے نماز کی حقیقت۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہماری کامیابی دعاؤں سے ہی ہونی ہے۔ پس جب ہم اپنی عملی حالتوں کی تبدیلی کے ساتھ دعاؤں اور عبادات کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو تبھی ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی انصار میں شمار ہو سکتے ہیں۔ تبھی ہم اپنی اگلی نسلوں کے ذہنوں میں سوال پیدا کرنے کی بجائے ان کی اصلاح اور جماعت سے جوڑنے کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اب ہم دعا کریں گے۔ دعا سے پہلے میں ایک یہ بھی بتا دوں کہ اس وقت مَیں جس جگہ سے بول رہا ہوں، خطاب کر رہا ہوں یہ ایم ٹی اے اسلام آباد کا نیا سٹوڈیو ہے اور آج پہلی دفعہ یہاں سے یہ پروگرام جاری ہو رہا ہے گویا کہ انصار اللہ کے اس اجتماع کے ساتھ اس کا افتتاح بھی ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسلام کا پیغام، دین کا پیغام پہنچانے کا ذریعہ بنائے اور پہلے سے بڑھ کر ایم ٹی اے کے ذریعہ سے دنیا میں اسلام کا حقیقی پیغام پہنچ سکے۔ اب دعا کر لیں۔ ....☆☆ دعا ☆☆☆

(مطبوعہ سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن بتاریخ 19 تا 25/اکتوبر 2021ء)

بقیہ: **ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صاحب** از صفحہ 24

کہا کرتے تھے۔ پاکستان میں ملّائیت کے سخت خلاف تھے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر بٹالوی صاحب حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی خدمت میں حاضر تھے۔ موضوعِ گفتگو آنحضرت ﷺ کی سیرت تھی۔ حضرت چودھری صاحبؓ نے حضور ﷺ کی سیرت سے حضور ﷺ کے عفو اور درگذر کے بعض دلگداز واقعات سنائے۔ دورانِ گفتگو بٹالوی صاحب کی زبان سے کچھ ایسے کلمات نکل گئے جن سے آنحضرت ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کا پہلو نکلتا تھا۔ حضرت چودھری صاحبؓ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور بٹالوی صاحب کو کہا آپ آئندہ مجھ سے ملنے نہ آیا کریں۔ چودھری صاحب کے چلے جانے کے بعد ڈاکٹر بٹالوی صاحب کو پشیمانی ہوئی اور مجھے کہا کہ ان کا مطلب ہرگز حضور ﷺ کی شان میں گستاخی نہ تھی۔ بس یونہی ایک غلط بات میرے منہ سے نکل گئی۔ وہ اپنی اس بات پر بے حد پشیمان ہوئے اور مجھ سے کہا کہ میں حضرت چودھری صاحبؓ سے اُن کے لیے معافی کی درخواست کروں۔ میں نے حضرت چودھری صاحبؓ سے جا کر عرض کیا کہ بٹالوی صاحب سخت پشیمان ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو کبھی حضور ﷺ کی شان میں کسی گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتے، غلطی ہر کسی سے ہو سکتی ہے۔ میرے چند مرتبہ کہنے کے بعد حضرت چودھری صاحبؓ نے ان سے ملاقات پر آمادگی ظاہر کی۔ ڈاکٹر صاحب نے وضاحت کی اور کہا کہ سیکولر خیالات کی وجہ سے میں بعض اوقات ایسی بات کہہ جاتا ہوں جو غلط معنی پیدا کر دیتی ہے وگرنہ مَیں تو آنحضرت ﷺ کا عاشق ہوں۔ خیر اس پر یہ معاملہ ختم ہو گیا۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ ایک دن حضرت چودھری صاحبؓ نے مجھے ایک ضخیم مسودہ دیا اور فرمایا کہ یہ کولمبیا یونیورسٹی نے بھجوایا ہے۔ کولمبیا یونیورسٹی نے چند عظیم شخصیات، جو اس وقت حیات ہیں، کو منتخب کر کے ان کے تفصیلی انٹرویو ان کی سوانح کے بارہ میں ریکارڈ کیے تھے۔ ان عظیم شخصیات میں انہوں نے حضرت چودھری صاحبؓ کو بھی شامل کیا تھا اور ایک سال میں بے شمار انٹرویو کے ذریعہ حضرت چودھری صاحبؓ کی زندگی کو ریکارڈ کیا تھا۔ حضرت چودھری صاحبؓ نے فرمایا مجھے تو اس کی ضرورت نہیں آپ رکھ لیں۔ چند دن بعد میری ملاقات ڈاکٹر بٹالوی صاحب سے ہوئی تو میں نے اس مسودہ کا ذکر کیا۔ ڈاکٹر صاحب مُصر ہوئے کہ چند دنوں کے لیے میں یہ مسودہ انہیں دوں۔ میں نے مسودہ انہیں دے دیا۔ چند دن بعد جب میں نے مسودہ واپس مانگا تو انہوں نے کہا کہ یہ مسودہ مجھے واپس نہیں کریں گے بلکہ اس کی ایڈیٹنگ کر کے اسے کتابی صورت میں شائع کریں گے۔ میں نے چودھری صاحبؓ سے شکایتاً اس بات کا ذکر کیا تو آپؓ نے فرمایا: آپ مسودہ کی واپسی پر اصرار نہ کریں۔ میں آپ کو اس کی ایک اَور کاپی منگوا دوں گا۔

ڈاکٹر صاحب نے بعد میں مجھے وہ مسودہ دکھایا جو انہوں نے ایڈٹ کیا تھا اور اس کا نام "The Forgotten Years" رکھا تھا۔ یہ مسودہ ان کی وفات کے بعد لاہور سے شائع ہوا لیکن اصل مسودہ میں بہت زیادہ تحریف کر کے اس کی صورت ہی بدل دی تھی۔

بہرکیف ڈاکٹر صاحب ایک علمی انسان تھے۔ گفتگو نہایت شائستہ اور مدلّل کرتے تھے۔ آپ ہندو پاک کی تاریخ پر مستند اتھارٹی تھے۔

حضرت مہاشہ محمد عمر صاحب مرحوم (سابق یوگندر پال)

(سیّدنا مصلح موعودؓ کے انداز حکیمانہ اور اخلاق کریمانہ کا بیان)

(فرخ سلطان محمود)

حضرت مہاشہ محمد عمر صاحب کا پیدائشی نام یوگندر پال تھا۔آپ کے والد کا نام دھنی رام اور دادا کا نام جگت رام تھا۔آپ دودھو چک ضلع سیالکوٹ کے ایک دُور افتادہ گاؤں میں 1907ء میں پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں ریاست جموں سے پانچ میل کے فاصلے پر آباد تھا۔آپ کا خاندان کٹر ہندو برہمن تھا جہاں چھوت چھات سختی سے کی جاتی تھی۔آپ اپنے والدین کی سب سے چھوٹی اولاد تھے۔ آپ سے بڑی ایک بہن تھیں اور بہن سے بڑے دو بھائی تھے جن میں سے ایک کا نام شمبھوناتھ تھا۔ آپ کا خاندان کئی نسلوں سے جوتشی تھا اور اس وجہ سے علاقہ بھر میں کافی مشہور تھا۔ آپ کے والد بھی جوتشی تھے۔آپ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ والد کی وفات ہوگئی۔

آپ کے گاؤں میں مسلمان بھی تھے لیکن ہندوؤں کا زور تھا اور مسلمان مقابلہ میں اچھوتی ذاتوں سے تعلق رکھتے تھے۔ آٹھ سال کی عمر تک آپ نے گاؤں کے سکول میں تعلیم پائی جہاں آپ کی دوستی مسلمان بچوں سے زیادہ تھی۔آپ ان کے گھر بھی چلے جاتے تھے جو آپ کی والدہ کو پسند نہیں تھا اور مسلمان لڑکوں سے کھیلنے کے بعد آپ کی والدہ آپ کو آٹے کا چھان مل کر نہلایا کرتی تھیں تا کہ آپ پاک اور شدھ ہو جائیں۔ یہ عمل آپ کے لیے بہت تکلیف دہ ہوتا تھا اور والدہ کے کہنے پر توبہ کرتے لیکن پھر مسلمان گھروں میں چلے جاتے۔

سکول میں ایک احمدی استاد تھے جن کی دعوت الی اللہ سے آپ کو احمدیت کے بارے میں علم ہوا اور دل میں ہندومت سے طبعاً نفرت پیدا ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ جب آپ کی والدہ آپ کو لے کر مندر جاتیں اور بتوں کے منہ میں حلوہ اور مٹھائی وغیرہ ڈالتیں تو آپ پوچھتے کہ یہ کیسے خدا ہیں جو کھا بھی نہیں سکتے!۔

آپ کے دونوں بڑے بھائی کاروبار کرتے تھے لیکن آپ کے متعلق گھر والوں نے فیصلہ کیا کہ آپ کو سنسکرت اور ہندومت کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے کانگڑہ کے مشہور مذہبی گورو کل سکول میں بھجوایا جائے تا کہ آپ اپنے آبائی پیشہ کے مطابق پنڈت بن سکیں۔لہٰذا 8 سال کی عمر میں آپ کو کانگڑہ بھجوا دیا گیا جہاں آپ نے 6 سال تک تعلیم پائی۔14 سال کی عمر میں آپ اپنے ایک استاد اور چند دیگر طلباء کے ساتھ قادیان آئے اور ایک ہفتہ یہاں ٹھہرے۔حضرت مصلح موعودؓ نے ملاقات کے دوران آپ کے استاد جی کے سامنے وہ تجویز رکھی جو بالآخر ہندو خاندان کے اس سپوت کو دین کی گود میں ڈالنے کا موجب بنی۔حضورؓ نے اُن سے فرمایا کہ آپ اپنے چند لڑکے ایک سال کے لیے ہمارے پاس چھوڑ دیں اور ہمارے اتنے ہی لڑکے اپنے ساتھ لے جائیں۔آپ اُن کو سنسکرت پڑھائیں اور اگر وہ اس دوران ہندو مذہب کو سچا سمجھ کر ہندو ہونا چاہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔اسی طرح ہم آپ کے لڑکوں کو عربی پڑھائیں گے اور اگر وہ سال کے دوران مسلمان ہونا بھی چاہیں گے تو بھی ہم ان کو مسلمان نہیں کریں گے۔اور اس دوران دونوں طرف کا خرچ مَیں (یعنی حضرت مصلح موعودؓ) برداشت کروں گا۔

اگرچہ اُس وقت تو یہ بات مذاق میں ختم ہوگئی لیکن آپ کے دل میں چونکہ اپنے احمدی استاد کی وجہ سے اسلام سے محبت کا بیج پرورش پا رہا تھا اس لیے آپ یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ آخر حضرت مصلح موعودؓ اس یقین اور وثوق سے اپنے لڑکے ہمارے ساتھ بھیجنے کو کیوں تیار ہوگئے ہیں اور ہمارے استاد کے دل میں اپنے مذہب کے متعلق ایسا یقین کیوں نہیں؟ بہرحال واپس آنے کے بعد آپ نے ایک اَور لڑکے کو اپنے ساتھ ملایا اور حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں خط لکھ کر حضورؓ کی اس پیشکش کو یاد دلا کر عرض کیا کہ اگر وہ پیشکش ہنوز قائم ہے تو ہم دو لڑکے قادیان آکر عربی پڑھنا چاہتے ہیں۔ جب حضورؓ کا جواب ہاں میں آ گیا تو دوسرا لڑکا تو انکار کر گیا لیکن آپ نے کمال ہمت سے کام لیا اور اکیلے ہی قادیان تشریف لے آئے۔

قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کا انتظام مولوی عبدالغنی صاحب کے سپرد کر دیا۔آپ کھانا بھی ان کے گھر کھاتے۔مکرم عزیز دین صاحب مرحوم بتایا کرتے تھے کہ آپ کے لیے حضورؓ نے ہمارا چوبارہ بھی کرایہ پر لیا تھا اور ایک ہندو نوکران کی خدمت کے لیے رکھا تھا۔آپ کی عمر اس وقت 14 سال کی تھی اور مَیں اکثر آپ کے پاس جا کر بیٹھا کرتا تھا۔ بعد میں آپ کا انتظام حضرت عبدالرحمان جٹ صاحبؓ کے ساتھ کیا گیا اور کچھ عرصہ کے لیے آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیٹھک میں بھی رہائش رکھی۔ بہرحال آپ نے مولوی فاضل کی تیاری شروع کر دی اور جلد ہی زندگی بھی وقف کر دی۔ ایک سال میں دو کلاسیں پاس کرتے گئے۔ آپ سنسکرت کے عالم تو تھے ہی یعنی ''وشارو'' سنسکرت کی ڈگری پاس کی ہوئی تھی۔قادیان میں آپ نے مولوی فاضل بھی کر لیا۔

جماعت احمدیہ کی سالانہ مجلس مشاورت 1942ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مہاشہ صاحب کے قبول اسلام کا واقعہ ان الفاظ میں بیان فرمایا:

''ہندو علوم اور لٹریچر سے واقف کئی لوگ ہمارے پاس موجود ہیں۔ پروفیسر عبداللہ بن سلام صاحب ہیں جو بہت بڑے ماہر ہیں۔مولوی عبداللہ ناصرالدین صاحب ہیں جو وید بھی پڑھے ہوئے ہیں اور اعلیٰ ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔مہاشہ محمد عمر صاحب نے بھی پنجاب یونیورسٹی سے مولوی عالم کی ڈگری کے برابر ڈگری سنسکرت میں حاصل کی ہوئی ہے۔ یہ مادرزاد ہندو ہیں اس لیے ان کا لہجہ وغیرہ بھی ہندوانہ ہے۔سکھوں کے متعلق واقفیت رکھنے والے کئی لوگ ہیں۔گیانی عباداللہ صاحب اور گیانی واحد حسین صاحب ہیں۔ ان کے علاوہ Veterman سپاہی سردار محمد یوسف صاحب ہیں جو سکھوں کی کتب اور لٹریچر کے پرانے ماہر

ہیں...... غالباً 1922ء کی بات ہے کہ مہاشہ محمد عمر صاحب ہندو طالب علموں کی ایک پارٹی کے ساتھ مجھے ملنے کے لیے آئے تھے۔ گورروکل کانگڑی کے ایک پروفیسر صاحب یہاں ایک جلسہ پر آئے تھے اور اپنی بہادری دکھانے کے لیے کہ دیکھو میں کیسی اچھی تقریر کرتا ہوں طالب علموں کی ایک پارٹی کو بھی ساتھ لے آئے۔ انہوں نے طلباء کو مجھ سے ملنے کو بھی بھیجا۔ اس وقت مہاشہ محمد عمر بھی ان کے ساتھ تھے۔ میں نے طالب علموں سے کہا پروفیسر صاحب سے کہو کہ آپ اپنے چند طالب علم یہاں بھیج دیں۔ میں خود ان کو قرآن پڑھاؤں گا۔ اسی طرح میں چند طالب علم بھیجتا ہوں جن کو وہ وید پڑھائیں۔ خرچ اپنے طالب علموں کا بھی اور ان کے بھیجے ہوئے طالب علموں کا بھی میں ہی دوں گا۔ اگر قرآن کریم میں تاثیر ہوگی تو ان کے بھیجے ہوئے طالب علموں کو میں مسلمان کرلوں گا اور اگر ویدوں میں تاثیر ہوگئی تو ہمارے طالب علموں کو وہ ہندو کرسکیں گے۔ اور یہ ہم دونوں کا انعام ہوگا۔ مگر انہوں نے اس تجویز کو نہ مانا۔ مہاشہ محمد عمر صاحب بھی اس پارٹی میں تھے ان کے دل پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ چند دنوں کے بعد بھاگ کر یہاں آگئے۔ انہوں نے گو جوانی یہاں گزاری ہے مگر بچپن میں وہ ہندوؤں میں رہے ہیں اور وہیں پڑھتے رہے ہیں اس لیے ان کا لہجہ ہندوانہ ہے۔''

محترم مہاشہ صاحب احمدی ہونے کے بعد جب پہلی بار اپنے گاؤں گئے اور اپنی والدہ اور بھائیوں کو مسلمان ہونے کے بارے میں بتایا تو بھائیوں نے آپ کو لوہے کی سلاخ سے بہت مارا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس قدر مارا کہ مَیں بیہوش ہوگیا اور وہ مجھے مُردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ اُس وقت میری والدہ بھی مجھے بچا نہ سکیں۔ جب بھائیوں نے خوب اچھی طرح مار کر اپنا غصہ نکال لیا تو اُن کا خیال تھا کہ بچہ ہے اس کو سمجھ آجائے گی۔ لیکن اُن کے باہر جاتے ہی مَیں گھر سے نکل کر گاؤں میں ایک مسلمان کے گھر جا کر چھپ گیا اور وہاں تین دن چھپا رہا۔ اس دوران میری والدہ اپنی مامتا سے مجبور ہوکر بڑے بیٹوں سے چوری مجھ کو آکر کھانا دے کر جاتی رہیں۔ تین دن کے بعد مَیں گاؤں سے نکل آیا اور اس کے بعد اپنی والدہ کو کبھی نہیں مل سکا حتی کہ کئی سالوں کے بعد اُن کا انتقال ہوگیا۔

آپ کی بڑی بہن کی شادی سیالکوٹ میں ہوئی تھی۔ جب ایک مناظرہ کے سلسلہ میں آپ تحصیل شکرگڑھ گئے تو خون نے جوش مارا تو اپنی بہن سے ملنے بھی چلے گئے۔ بہن آپ کا سر اپنی گود میں رکھ کر اس قدر روئیں کہ بیہوش ہوگئیں اس پر آپ کے بہنوئی نے کہا اب تم چلے جاؤ اور آئندہ یہاں نہ ہی آنا تو بہتر ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ میری طبیعت اس قدر خراب ہوئی اور دل پر اس قدر بوجھ تھا کہ اگر مجھے یہ شرح صدر نہ ہوتا کہ اسلام ایک سچا مذہب اور حضرت مسیح موعودؑ اللہ تعالیٰ کے مامور اور امام آخرالزمان ہیں تو مجھے خدا کی قسم ہے کہ اس دن مَیں ہندو ہوجاتا۔

پھر ایک دفعہ دوبارہ آپ بہن سے ملنے گئے لیکن بہنوئی نے باہر سے ہی کہہ دیا کہ آپ کی بہن اپنے میکے گئی ہوئی ہے (حالانکہ بہن گھر میں ہی موجود تھی) بہن کو جب یہ معلوم ہوا کہ میرا بھائی آیا تھا اور اسے ملنے نہیں دیا گیا تو اس نے اس قدر ماتم کیا کہ دیکھنے سننے والوں کا کلیجہ دہل گیا۔ وہ بھائی کا نام لے کر بار بار بے ہوش ہوجاتی تھی حتیٰ کہ بھائی کے لیے رو رو کر اس کی آنکھیں اندھی ہوگئیں۔

کئی سال بعد قادیان سے ایک دفعہ ایک احمدی خاتون سیالکوٹ جانے لگیں تو محترم مہاشہ صاحب کی اہلیہ نے اُن کو آپ کی بہن کا اتا پتا بتا کر اُسے سلام پہنچانے کو کہا۔ واپس آکر اُس خاتون نے بتایا کہ میں نے اُن کے گھر جا کر جب اپنا مقصد بتایا تو اپنے بھائی کا نام سنتے ہی وہ چیخ مار کر بے ہوش ہوگئیں۔ تب ان کی بیٹیوں نے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا ہے ہم تو ان کے سامنے ان کے بھائی کا نام نہیں لیتے۔ محترم مہاشہ صاحب یہ سب واقعات سنتے تھے لیکن زبان سے کبھی کچھ نہیں کہتے تھے۔ ہمیشہ خاموش ہوجاتے۔ آپ کی بہن کسی وقت آپ سے ملنے قادیان بھی آئی تھیں لیکن آپ اُس وقت قادیان سے باہر گئے ہوئے تھے۔

اگرچہ آپ کے بعض رشتہ داروں کو ایک موہوم سی امید تھی کہ شاید کسی وقت آپ اسلام سے منحرف ہوکر واپس اپنے پرانے مذہب کی طرف آجائیں گے چنانچہ آپ کی ایک خالہ نے آپ کو اس بات کے لیے مجبور کرنا شروع کیا کہ اسلام سے ارتداد اختیار کرلیں۔ آپ بتاتے تھے کہ ماسی (خالہ) سے جب بھی ملاقات ہوتی وہ مجھے کہتیں: پتر گنگا اشنان لے لو۔ مَیں نے کہا اچھا ماسی میں گنگا اشنان لے لیتا ہوں اس میں کیا ہرج ہے۔ چنانچہ وہ خوشی خوشی پنڈت رام چندر صاحب کے پاس گئیں جن کے ساتھ ایک دن قبل میرا مناظرہ ہوا تھا اور پنڈت صاحب کو کافی خفت اٹھانا پڑی تھی۔ ماسی نے پنڈت صاحب کو یہ خوشخبری سنائی کہ ہمارا بیٹا گنگا اشنان لینے کے لیے راضی ہوگیا ہے۔ پنڈت صاحب نے کہا کہ مائی تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ اور پھر انہوں نے گزشتہ روز والے مناظرے کا حال سنایا۔

آپ کے قبولِ اسلام کو ہندوؤں نے اپنی اَنا کا مسئلہ بنالیا کہ ایک برہمن نوعمر بچہ کہاں پھنس گیا ہے۔ کافی شور مچایا گیا اور طرح طرح کے لالچ دے کر واپس لے جانے کی کوششیں بھی ہوئیں۔ یہ سلسلہ کئی سال تک چلتا رہا۔ ہندو اخبارات میں اس قسم کے مضامین چھپتے رہے کہ ہمارا ایک لعل اسلام کی گود میں جا گرا ہے اس کو ہر صورت واپس لانا چاہیے۔ قادیان کے چند ہندو جو بظاہر آپ کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتے تھے لیکن دل سے دشمن تھے۔ تقسیم ہند کے وقت بدامنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے مشورہ کرنے کا بہانہ بنا کر آپ کو کسی ہندو کے گھر شام کے بعد بلایا۔ آپ کی اہلیہ نے کہا کہ اگر جانا ہی ہے تو اکیلے نہ جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں مجھے کسی نے بتایا ہے ان کی نیت نیک نہیں اس لیے مَیں جاؤں گا ضرور لیکن احتیاط کروں گا۔ آپ جب وہاں پہنچے تو گھر کی بیٹھک میں سے کئی لوگوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ آپ کھڑکی کی طرف اندھیرے میں کھڑے ہوکر اُن کی باتیں سننے لگے تو اندازہ ہوا کہ قادیاں کے باہر سے بھی کچھ لوگ آئے ہیں جو آپ کو اغوا کرنے اور بات نہ ماننے کی صورت میں قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ آپ کچھ دیر اُن کی باتیں سنتے رہے اور پھر خاموشی سے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے واپس اپنے گھر آگئے۔ تاہم آپ کو اُن کی باتیں سن کر سخت صدمہ ہوا کیونکہ ان میں سے بعض آپ کے بے تکلّف دوست تھے۔

اُنہی دنوں آپ کا ایک بھتیجا قادیان کے ہندوؤں کا وفد لے کر آپ کے پاس آیا اور بہت اصرار کیا کہ ہم آپ کی حفاظت کریں گے آپ قادیان سے نہ جائیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ مَیں کبھی آپ لوگوں پر اعتبار نہیں کرسکتا آپ نے نہ صرف میرے ساتھ بلکہ قادیان کے احمدیوں کے ساتھ بھی غداری کی ہے جن سے آپ نے ہمیشہ فائدہ اٹھایا ہے۔ اسی طرح ایک بار آپ پاکستان سے جب بغرض شمولیت جلسہ سالانہ قادیان تشریف لے گئے تو آپ کی ایک بھتیجی کا خاوند قادیان آکر آپ سے ملا اور اصرار کیا کہ امرتسر چل کر اپنی بھتیجی سے ملاقات کرلیں۔ لیکن اس وقت کے امیر قافلہ نے آپ کو امرتسر جانے کی اجازت نہیں دی۔

☆ حضرت مہاشہ صاحب کے سب سے بڑے بھائی کا نام شمبھو ناتھ تھا۔ اس کی

پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ بیٹے کی آگے اولاد نہیں ہوئی۔ دوسرے بھائی کی منگنی کسی جگہ ہوئی لیکن بعد میں لڑکی والوں نے یہ عذر رکھ کر منگنی توڑ دی کہ تمہارا بھائی احمدی ہوگیا ہے۔ اس کے بعد اس بھائی کی شادی کہیں بھی نہیں ہوئی۔ چنانچہ آپ کے خاندان کی نسل صرف آپ کے ذریعے ہی آگے چلی۔

☆ آپ کو جماعت اور احمدیت کی بہت غیرت تھی اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی کر سکتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے بچوں سے فرمایا کہ میں نے احمدیت کے لیے بڑی قربانی کی ہے۔ ہر چیز چھوڑ دی۔ اپنا مذہب، ماں باپ، بہن بھائی، اپنا وطن، زمین، جائیداد۔ اگر کل کو تمہاری کسی حرکت کی وجہ سے مجھے تم لوگوں میں اور جماعت میں سے کسی ایک کو چننا پڑا تو تم لوگ جان لو کہ میرا فیصلہ کیا ہوگا اس لیے مجھے اس مقام پر نہ جانے دینا کہ مجھے تم کو چھوڑنا پڑے۔

آپ نے اپنی اولاد کو ہمیشہ یہ احساس دلایا کہ خلافت اور نظام جماعت سب سے اول ہیں اور باقی رشتے ناطے ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ بلاشبہ آپ کی پہلی محبت اور عشق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ذات تھی۔ ایک دفعہ کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد کون خلیفہ ہوگا؟ آپ کو یہ سوال اس قدر ناگوار لگا کہ آپ نے اس شخص کے ساتھ کئی سال بات نہ کی۔

آپ کی بیٹی ثریا غازی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ پاکستان بننے کے بعد ابا جان کافی عرصہ بنگال میں مقیم رہے۔ اس وقت قدم قدم پر آپ کی کمی بہت محسوس ہوتی۔ ایک دن میں نے بے چارگی کے عالم میں رو رو کر ابا جان کو کسی صورت حال کے متعلق خط لکھا کہ اَور لوگوں کے تو باپ یہاں موجود ہیں وہ ان کی سفارش کر دیں گے تو اُن کا کام ہو جائے گا مگر میری سفارش کون کرے گا؟ آپ نے جواب میں لکھا کہ میری بیٹی کو شائد یہ معلوم نہیں کہ مربیان کی اولادوں کا باپ خلیفہ وقت ہوتا ہے، تم حضرت مصلح موعود کے پاس چلی جاؤ اور ان سے مشورہ کرو اور آئندہ بھی جب کبھی تمہیں میری کمی محسوس ہو تو فوراً حضور انور کے پاس چلی جایا کرو۔ میں نے آپ کے مشورہ پر عمل کیا۔ حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوگئی تو حضور نے مجھے تسلی دی، مشورہ بھی دیا اور دعا بھی کی۔ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ایسی فضل کیا کہ میرا کام میری توقعات سے بڑھ کر احسن طریق پر ہوا۔

☆ مکرم رانا فضل الرحمان صاحب لکھتے ہیں کہ محترم مہاشہ صاحب کی ایک خوبی یہ تھی کہ وہ اپنی خوشیوں میں سب کو شریک کرتے مگر اپنے دکھ اور غم اکثر دوستوں سے چھپا کر رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ تبلیغی دوروں میں کئی بار بھوک اور پیاس کی آزمائشوں اور غیروں کی سختیوں کا انہیں سامنا کرنا پڑا مگر کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لاتے۔ احمدیت کو دنیا کی سب سے بڑی نعمت قرار دیتے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اپنا محسن اور نجات دہندہ قرار دیتے جن کے طفیل محسن انسانیت سرور کائنات نبی کریم ﷺ کی غلامی کا شرف ہمیں نصیب ہوا۔ خاندان مسیح موعودؑ کا عملاً بہت احترام کرتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ: عشق کا سبق مجنوں سے لینا چاہئے جسے سگِ لیلیٰ سے بھی پیار تھا۔ معشوق اور محبوب کی ہر چیز سے، ہر ادا سے عشق ہونا چاہئے۔ ورنہ عشق کا دعویٰ خام رہ جاتا ہے۔

☆ 1937ء میں میاں فخر الدین ملتانی صاحب کی فتنہ پردازیوں اور جماعت کے خلاف بغض و کینہ کی تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسجد اقصیٰ قادیان میں محترم مہاشہ صاحب کے حوالے سے فرمایا:

’’......جب میں سندھ سے واپس آیا ہوں اور کمیشن کی رپورٹ میں نے پڑھی ان دنوں مہاشہ محمد عمر صاحب ...... کہیں باہر تبلیغ کے لیے گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے راستہ سے مجھے خط لکھا کہ بعض اہم باتیں سلسلہ کے ساتھ تعلق رکھنے والی ہیں۔ میں بوجہ شرم پہلے بیان نہیں کر سکا۔ مگر اب مجھے خیال آیا ہے کہ ان کا بیان کر دینا زیادہ مناسب ہے۔ جب وہ واپس آئے تو مجھ سے ملے اور انہوں نے بعض باتیں مجھ سے بیان کیں جن میں سے بعض میاں فخر الدین صاحب کے متعلق تھیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ان امور کو وہ لکھ دیں چنانچہ انہوں نے حلفیہ شہادت لکھ دی۔‘‘

اس کے بعد محترم مہاشہ صاحب کا وہ خط شامل اشاعت کیا گیا ہے جو آپ نے حلفیہ بیان دیتے ہوئے تحریر فرمایا۔ (انوار العلوم جلد 14 صفحہ 468-466)

☆ دہلی کے اُس جلسہ مصلح موعود میں بھی محترم مہاشہ صاحب شامل تھے جس میں احراریوں نے فساد کیا اور پتھراؤ وغیرہ کرتے رہے لیکن جب فسادیوں نے عورتوں کے جلسہ گاہ کی طرف رُخ کیا تو حضرت مصلح موعودؓ نے پکارا کہ دشمن ہماری عورتوں کی طرف بڑھ رہا ہے اس لیے ایک سو ایسے نوجوان کھڑے ہو جائیں جو مرنا جانتے ہوں۔ اس موقع پر آپ بھی اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہنے والوں میں شامل تھے اور فسادیوں کے پتھراؤ سے شدید زخمی بھی ہوئے۔

☆ محترم مہاشہ صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ دیوانگی کی حد تک عشق تھا جب حضور کی وفات کا اعلان ہوا تو اس وقت آپ بدین (سندھ) میں تھے۔ دل کی تکلیف تھی اور ’’کورامین‘‘ کے ٹیکے لگوایا کرتے تھے۔ آپ جب ربوہ تشریف لائے تو آپ نے بتایا کہ آپ نے کورامین کے دو ٹیکے لگوائے تھے تب سفر کے قابل ہو سکے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دھنی رام کے بیٹے یوگندر پال کو مہاشہ محمد عمر بنانے میں اللہ کے فضل کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کی شفقت کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ کیونکہ جب 15 سال کی عمر میں اپنا گھر چھوڑ کر قادیان آ گیا تھا تو حضورؓ نے اتنی شفقت دی کہ شاید اپنا باپ بھی نہ دے سکتا۔

آپ کے اسلام کی آغوش میں آنے کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے آپ سے بے حد شفقت کا برتاؤ کیا تھا۔ آپ کا سارا خرچ ذاتی طور پر اٹھایا اور کبھی خرچ کی تنگی نہیں ہونے دی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ سستے زمانوں میں حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو پانچ چھ روپے گز والا قمیص کا کپڑا خرید کر بھجوایا۔ قادیان کے زمانے میں آپ کے پاس کتابوں کی ایک بہت بڑی لائبریری بھی تھی۔

حضورؓ کی شفقت کا ایک واقعہ بار بار سنا کر رویا کرتے تھے کہ دورانِ تعلیم آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور حضورؓ ہی اخراجات اٹھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مَیں نے حضورؓ کی خدمت میں خط لکھا کہ مجھے اتنے پیسوں کی فوری ضرورت ہے۔ جب چند دن تک کوئی جواب نہ آیا تو سخت پریشان ہوا لیکن مجبوری تھی کچھ کر بھی نہ سکتا تھا۔ طبیعت میں کچھ ملال اور تردّد بھی پیدا ہوا کہ حضور کو اچھی طرح میری حالت کا علم ہے پھر بھی اتنے دن ہو گئے ہیں اور کوئی جواب نہیں آیا۔ اسی دوران ایک دن حضرت مصلح موعودؓ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بہشتی مقبرہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے اور مَیں راستے سے ذرا ہٹ کر نیچے ڈھلوان کی طرف کھڑا تھا۔ جب حضورؓ کو آتے دیکھا تو منہ دوسری طرف پھیر کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا کہ کہیں حضورؓ سے سامنا نہ ہو جائے۔ لیکن حضورؓ نے دیکھ لیا اور اپنے ساتھیوں کو وہیں چھوڑ کر میرے پاس تشریف لائے اور سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: مجھے تمہارا خط آج ہی ملا ہے اور مَیں تمہیں پیسے بھجوا آیا ہوں۔ حضور کی شفقت اور محبت کا انداز دیکھ کر بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو بہ نکلے اور مَیں بیٹھے بیٹھے حضور کی طرف منہ پھیر کر روتا ہوا حضور

کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔حضورؓ نے تسلی دی اور نہایت شفقت سے حال احوال پوچھ کر واپس تشریف لے گئے۔

☆ حضرت مصلح موعودؓ کا آپ کے بچوں کے ساتھ سلوک بھی نہایت مشفقانہ ہوتا تھا۔آپ کے بیٹے مکرم نصیر احمد ظفر صاحب (حال ریجنل امیر ’ساؤتھ ریجن‘ یوکے) بیان کرتے ہیں کہ میٹرک کے امتحان کے بعد مَیں بھی تربیتی کلاس میں شامل ہوا تو کلاس کے شرکاء کی حضورؓ سے ملاقات ہوئی۔حضورؓ کی طبیعت کی خرابی کے باعث حکم تھا کہ کمرے میں سے گزرتے ہوئے صرف دُور سے سلام کرنا ہے، مصافحہ نہیں کرنا۔مَیں جب داخل ہوا تو حضورؓ اپنی دائیں طرف لیٹے ہوئے تھے۔گھٹنوں میں تکلیف کے باعث حضورؓ نے اپنی ٹانگیں دُہری کر کے پیٹ کے ساتھ لگائی ہوئی تھیں۔جب محترم مولانا عبدالرحمان انور صاحب (پرائیویٹ سیکرٹری) نے میرے تعارف کے طور پر عرض کیا کہ حضور! یہ مہاشہ صاحب کا بیٹا ہے تو حضورؓ نے اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے آگے بڑھایا۔مَیں نے حضورؓ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر بوسہ لیا اور باہر آ گیا۔میری آنکھوں سے آنسو بہ نکلے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے دعا کی کہ خدا تعالیٰ ہمارے آقا کو لمبی زندگی عطا فرمائے جس کو اپنی بیماری کی حالت میں بھی اپنے غلاموں کے جذبات کا کس قدر خیال رہتا ہے۔

☆ محترم مہاشہ صاحب کے بیان کردہ ایک واقعہ سے حضرت مصلح موعودؓ کے اخلاق عالیہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پاک وجود کو کس قدر وسیع ظرف عطا کیا ہوا تھا۔اور کس قدر بلند کردار کا انسان تھا جو اپنے دشمنوں سے بھی احسان کا سلوک کرتا تھا۔آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے بتایا کہ لاہوری جماعت کی فلاں مقتدر شخصیت کی بیٹی کے کچھ ذاتی خطوط کسی شخص کے پاس موجود ہیں، اگر اس شخص کو کچھ پیسے دے دیے جائیں تو وہ خطوط جماعت کو مل سکتے ہیں۔اس واقعہ کی اہمیت کچھ اَور بھی بڑھ جاتی تھی جبکہ ذاتی طور پر اُن صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کی ذات مبارک پر نہایت گندے الزامات لگائے تھے۔چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں کہ مَیں خوش خوش حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ سنایا۔حضورؓ نے فرمایا کہ ہمارا اختلاف تو اُن صاحب سے ہے اس بے چاری کا کیا قصور؟ حضور کی بات سن کر مَیں شرمندہ ہو کر باہر آنے لگا تو فرمایا: ”ٹھہریں! اگر یہ بات کسی کو معلوم ہوئی تو مَیں آپ کو جماعت سے نکال دوں گا۔“

☆ پنڈت دیانند صاحب جو کہ شدید معاند اسلام تھے اور نہایت گندی زبان استعمال کرتے تھے جب انہوں نے کتاب ”رنگیلا رسول“ لکھی تو مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی لیکن اُن کا ردّ عمل جلسے جلوس، مار دھاڑ اور دھمکیاں تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس کتاب کا جواب لکھنے کے لیے احمدی علماء کا پینل مقرر فرمایا جس میں محترم مہاشہ صاحب بھی شامل تھے۔پینل میں شامل ہر عالم کو کتاب کے ایک باب کا جواب لکھنا تھا۔آپ بتاتے ہیں کہ جب مَیں اپنا مسودہ لے کر حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضورؓ نے مسودہ پر اپنے قلم سے بعض جگہ پر ریمارکس دیئے۔ایک جگہ پر مَیں نے ’پنڈت دیانند‘ لکھا ہوا تھا جس کے آگے حضورؓ نے اپنے ہاتھ سے ’صاحب‘ کا اضافہ کر دیا اور حاشیہ میں تحریر فرمایا کہ ”دیانند صاحب لکھیں۔ایک احمدی مبلغ کی زبان ایسی نہیں ہونی چاہیے۔“

☆ محترم مہاشہ صاحب بہت صابر اور راضی برضا انسان تھے جس حد تک ممکن ہوتا اپنی تکلیف چھپانے کی کوشش کرتے۔آپ کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ 1937ء میں آپ کو گردے کی شدید تکلیف ہوئی۔درد اتنی شدید تھی کہ آپ زبان کو دانتوں میں اس قدر دباتے کہ خون نکلنے لگتا لیکن اُف نہ کرتے۔ایک ماہ تک سخت تکلیف میں مبتلا رہے اس کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے بغرض علاج آپ کو مکرم حکیم مفتی فضل الرحمٰن صاحب کے ہمراہ کشمیر بھجوایا۔وہاں پر علاج کے سلسلے میں سونے کا کشتہ اور کچے باداموں کا شربت استعمال کروایا گیا اس کے علاوہ دال کی طرز کی ایک چیز جس کا نام کلتھ تھا ابال کر دی جاتی تھی۔اس علاج سے بفضل تعالیٰ گردے کی درد بالکل ختم ہوگئی اور آپ تین ماہ کے قیام کے بعد صحت یاب ہو کر واپس تشریف لائے اور پھر زندگی میں کبھی گردے کی تکلیف نہیں ہوئی۔الغرض زندگی بھر آپ اپنے آقا حضرت مصلح موعودؓ کی دعاؤں اور شفقتوں کے مورد بنے رہے۔

☆ ایک واقعہ جس سے حضرت مصلح موعودؓ کے اخلاق فاضلہ پر روشنی پڑتی ہے محترم مہاشہ صاحب کے بیٹے مکرم نصیر احمد ظفر صاحب یوں بیان کرتے ہیں کہ ہمارے نانا جان (حضرت منشی کرم علی صاحبؓ (کاتب حضرت مسیح موعودؑ) جب قادیان سے نکلے تو اُن کی آمدنی بالکل ختم ہوگئی۔ہجرت کے بعد چند سال جو وہ زندہ رہے تو کبھی بیٹی کے پاس اور کبھی بیٹے کے پاس رہ کر گزارے جس کی وجہ سے وہ چندہ وصیت ادا نہ کر سکے۔اس پر اُن کی وصیت منسوخ ہوگئی۔15/دسمبر 1952ء کو جب اُن کی وفات ہوئی تو وہ اپنے بیٹے کے پاس سرگودھا میں مقیم تھے۔جنازہ ربوہ لانے سے پہلے ہمارے ماموں نے ایک دستی خط ابا جان کو بھجوایا کہ مَیں جنازہ لے کر ربوہ آ رہا ہوں، وصیت چونکہ منسوخ ہو چکی ہے لہٰذا عام قبرستان میں قبر کھدوا دیں۔ابا جان کو یہ اطلاع ملی تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔فرمایا کہ میرا دل نہیں مانتا کہ جس شخص کی ساری زندگی قادیان میں اپنے آقاؤں کے قدموں میں اُن کی خدمت کرتے گزری ہے ان کو دوسرے قبرستان میں دفن کیا جائے صرف اس لیے کہ ان کی آمدنی ختم ہو چکی تھی۔پھر آپ نے ایک خط اسی مضمون کا لکھ کر میرے ہاتھ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں بھجوا دیا۔دوپہر کا وقت تھا۔حضور آرام فرما رہے تھے۔مَیں نے خط اندر بھجوا دیا تو تھوڑی دیر بعد حضور نے مجھے بلا کر فرمایا کہ مَیں یہ خط مولوی عطا محمد صاحب کو بھجوا رہا ہوں جو دفتر وصایا کے انچارج ہیں، آپ جواب کا انتظار کریں۔تھوڑی دیر بعد وہ آدمی جس کو خط دے کر بھجوایا تھا جواب لے کر آیا۔مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ جب تک منشی صاحب کام کرتے رہے بہت باقاعدگی سے چندہ وصیت دیتے رہے، جب اُن کا کام چھٹ گیا تو چندہ وصیت ادا نہ کر سکے۔اس پر حضورؓ نے خط پر نوٹ دیا کہ اگر آمدنی نہیں تو پھر وہ وصیت کہاں سے دیں گے! اس صورت میں وصیت منسوخ کرنے کا کوئی جواز نہیں۔منشی صاحب کی وصیت بحال کی جائے اور ان کو قطعہ صحابہ میں دفن کیا جائے۔حضورؓ کا یہ جواب ابا جان کو ملا تو آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور غم کے باوجود خوش ہو گئے۔

☆ محترم مہاشہ صاحب ابھی زیر تعلیم ہی تھے کہ ایک دن حضرت منشی صاحبؓ کی اہلیہ حضرت حاکم بی بی صاحبہؓ دعا کی غرض سے حضرت مولوی بقاپوری صاحبؓ کے گھر گئیں۔وہ بیان کرتی ہیں کہ مولوی صاحب نے مجھے اپنی بیٹی امیر بیگم کا رشتہ مہاشہ محمد عمر صاحب کے ساتھ کرنے کی تحریک کی۔میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ مجھے لکھ کر دے دیں میں یہ رقعہ منشی صاحب کو دے دوں گی۔اس پر مولوی صاحب نے رقعہ لکھ دیا اور مَیں نے وہ رقعہ منشی صاحب کو دیا جو انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کو یہ لکھ کر بھجوا دیا کہ حضور! میری جان مال اولاد آپ پر قربان، آپ خود ہی فیصلہ کر دیں۔حضرت مصلح موعودؓ نے اسی رقعے پر ”مبارکباد“ لکھ کر واپس بھجوا دیا۔تین دن کے بعد محترم مہاشہ صاحب کو حضورؓ کا یہ پیغام ملا کہ آج آپ کا نکاح

ہوگا۔مغرب کے بعد نکاح پڑھا گیا۔لڑکے اور لڑکی، دونوں کی طرف سے حضورؓ ہی ولی تھے۔نکاح کے خطبہ میں حضور نے فرمایا کہ مَیں ہمیشہ واقف زندگی کی بیویوں کا حق مہر 300 روپے مقرر کرتا ہوں لیکن چونکہ منشی صاحب کی بیٹی کا ولی مَیں ہوں اس لیے 500 روپے مقرر کرتا ہوں۔

محترم مہاشہ صاحب جب ایک سال بعد پڑھائی مکمل کر کے مربی بن گئے تو پھر رخصتانہ عمل میں آیا۔

محترم مہاشہ محمد عمر صاحب کی اہلیہ محترمہ امیر بیگم صاحبہ کی ولادت اوائل 1908ء میں حضرت منشی کرم علی صاحبؓ کے ہاں ہوئی تھی۔اُن کی والدہ حضرت حاکم بی بی صاحبہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ مَیں نومولود بچی کو اٹھا کر حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور نام تجویز کرنے کی درخواست کی تو حضور اقدس نے امیر بیگم نام تجویز فرمایا اور فرمایا میں نے اس بچی کے لیے لمبی عمر کی دعا کی ہے۔

محترمہ امیر بیگم صاحبہ کو دعا پر بے حد یقین تھا۔کوئی بھی مشکل کا وقت آجاتا تو دعا کی طرف متوجہ ہوتیں۔وہ خواہ بیماری ہوتی یا مالی پریشانی آپ وضو کر کے مصلّی پر کھڑی ہو جاتیں۔اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرماتا اور پریشانی دُور ہو جاتی۔خلافت و احمدیت کی محبت اور اطاعت کے لیے کوشاں رہتیں۔نظام جماعت کی بے حد پابند تھیں اور مالی قربانی میں ہمیشہ اپنی بساط سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں۔اپنی اولاد کو بھی نہایت سختی سے تلقین فرماتیں کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں تساہل سے کام نہ لیا کریں۔

چونکہ مہاشہ صاحب مربی سلسلہ تھے اور اکثر اوقات گھر سے باہر ہی رہتے تھے،اُن کی غیر موجودگی میں آپ نے نہایت جرأت اور استقلال سے تمام تکالیف و پریشانیوں کا نہایت جواں مردی سے مقابلہ کیا اور انہیں ہمیشہ تسلی دیتی رہیں کہ آپ ہماری فکر نہ کریں اور اپنے کام کی طرف دل جمعی سے توجہ رکھیں۔آپ نے بچوں کی تربیت پر ہمیشہ نظر رکھی اور کوشش کی کہ بچے نظام جماعت کی پابندی کریں۔خود بھی جماعت کے مالی نظام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بچوں کو بھی ہمیشہ تاکید کی۔فرماتی تھیں کہ جو کوئی بھی چندہ کی وصولی کے لیے آتا ہے وہ تمہارا نوکر نہیں۔اس کا یہ احسان ہے کہ وہ آیا ہے ورنہ یہ تمہارا فرض ہے کہ تم چندہ خود جا کر دو۔

محترمہ امیر بی بی صاحبہ انتہائی صابر و شاکر عورت تھیں۔جب آپ راہوالی میں مقیم تھیں تو آپ کا ایک بیٹا عزیز احمد گاڑی کی نیچے آکر وفات پا گیا۔اس سانحہ کی خبر سن کر آپ دو نفل نماز پڑھ کر دیر تک اللہ تعالیٰ کے حضور روتی رہیں، پھر سلام پھیر کر فرمانے لگیں کہ میں نے اپنے اللہ سے اپنے لیے صبر مانگا ہے۔وہ تو اللہ کی امانت ہمارے پاس تھی، وہ اپنی امانت لے گیا ہے، میرا اُس پر کوئی حق نہ تھا۔بعد ازاں آپ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ بیٹے کی وفات کے بعد میرا دل راہوالی میں نہیں لگتا۔حضورؓ نے فرمایا کہ آپ ربوہ آجائیں۔چنانچہ حضور کی ہدایت پر انجمن احمدیہ نے محترم مہاشہ صاحب کے نام کوارٹر الاٹ کر دیا اور اس طرح یہ فیملی ربوہ منتقل ہوگئی۔1968ء میں محترم مہاشہ صاحب کی وفات ہوگئی تو آپ کے لیے یہ وقت بھی انتہائی مشکل کا تھا۔مگر آپ نے انتہائی صبر اور بلند حوصلگی سے یہ وقت گزارا۔آپ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی انگلستان میں تھے چنانچہ آپ 1979ء میں انگلستان منتقل ہوگئیں۔اگرچہ اس دوران کئی دفعہ پاکستان گئیں لیکن مستقل رہائش انگلستان میں ہی رکھی اور یہیں 28 اپریل 2003ء کو بقضائے الٰہی مختصر علالت کے بعد وفات پا گئیں۔مرحومہ 1/8 حصے کی موصیہ تھیں۔لندن میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت دورِ خلافت کا یہ پہلا جنازہ تھا۔بعد ازاں جنازہ پاکستان لے جایا گیا اور تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

محترم مہاشہ محمد عمر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی مکرمہ امۃ الحفیظ ثریا غازی صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالحمید غازی صاحب اور چار بیٹوں مکرم شیخ محمد احمد صاحب، مکرم شیخ نصیر احمد ظفر صاحب (ریجنل امیر، ساؤتھ ریجن یوکے)، مکرم شیخ منیر احمد ناصر صاحب اور عزیز احمد صاحب سے نوازا۔عزیز احمد صاحب 19/مارچ 1952ء کو بارہ تیرہ سال کی عمر میں ریل گاڑی کے ایک حادثے میں وفات پا گئے۔محترم مہاشہ محمد عمر صاحب اس وقت سانگلہ ہل میں متعین تھے۔آپ کو اطلاع دی گئی تو آپ تشریف لائے اور خدا تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کا وہ مظاہرہ کیا کہ خاموشی سے آنسو بہائے اور اپنے جوان بیٹے کو اپنے ہاتھ سے سپرد خاک کر دیا۔آپ کے لیے یہ صدمہ بڑا سخت ثابت ہوا۔اگرچہ آپ نے بہت ضبط سے کام لیا مگر اس کا اثر دل پر پڑا۔اس کے فوراً بعد آپ کو بنگال بھجوادیا گیا جہاں پہلی دفعہ آپ کو دل کا دورہ پڑا۔

دراصل 1953ء میں مغربی پاکستان (خاص طور پر پنجاب) میں جماعت احمدیہ کے خلاف جو فسادات ہوئے تھے وہ نہ صرف احرار، جماعت اسلامی اور دیگر تمام فرقوں کی طرف سے اجتماعی طور پر تھے بلکہ پنجاب کی صوبائی حکومت کی بھی فسادیوں کو مکمل پشت پناہی حاصل تھی۔خدا تعالیٰ نے اس نازک موقع پر جماعت کو معجزانہ طور پر محفوظ رکھا اور دشمن اپنے مذموم عزائم میں بری طرح ناکام رہا۔ایک نہایت خوش آئند بات یہ تھی کہ اس بدنام زمانہ تحریک کو مشرقی پاکستان کی حمایت حاصل نہ تھی۔دشمن نے بھی ناکامی کی اس بڑی وجہ کو شدت سے محسوس کیا اور بنگالیوں کو اس سلسلہ میں اپنا ہمنوا بنانے کے لیے کوشش تیز تر کر دی۔سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی دُور بین نگاہ نے اس خطرہ کو محسوس کیا اور جماعت کا ایک نمائندہ وفد وہاں بھجوانے کا فیصلہ فرمایا تاکہ اس خطرے کا سدباب کیا جائے۔اس وفد میں مکرم مہاشہ محمد عمر صاحب بھی شامل تھے۔

روانگی سے قبل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خصوصی ملاقات میں وفد کو ہدایات دیں۔جن میں خاص طور پر دو باتوں کی طرف توجہ دلائی۔

اوّل۔جماعت احمدیہ کے خلاف حالیہ فسادات میں اہل بنگال نے حصہ نہیں لیا بلکہ مشرقی پاکستان کے پریس نے اس تحریک کی مذمت کی اور اس رجحان کو ملک کے لیے خطرناک قرار دیا۔اس لحاظ سے اہل بنگال ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔خاص طور پر وہاں کے اخبارات کے ایڈیٹروں سے مل کر ان کا شکریہ ادا کیا جائے اور جماعت کا لٹریچر ان کو مطالعہ کے لیے دیا جائے۔

دوم۔بنگال کے مسلمانوں پر ہندو بنگالیوں کا بہت اثر ہے۔اگرچہ ہندو تعداد میں کم ہیں تاہم ان کا اثر و رسوخ بہت ہے اور وہاں کی سیاست پر بھی ان کا بہت دخل ہے۔مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت اور زبان بھی ہندو کلچر سے متاثر ہے۔اس سلسلہ میں خاص طور ہندوؤں میں اسلام کی تبلیغ کے لیے کوشش کی جائے۔

اس وفد کی کارکردگی کو دیکھتے ہوئے حضورؓ نے مکرم مہاشہ صاحب کی باقاعدہ تقرری مشرقی پاکستان میں کر دی۔بنگال میں تعیناتی کے دوران ایک بار جب آپ رخصت پر ربوہ آئے ہوئے تھے تو آدھی رات کو دفتر پرائیویٹ سیکرٹری سے پیغام آیا کہ آپ کو حضورؓ نے بلایا ہے۔آپ حاضرِ خدمت ہوئے تو حضورؓ نے فرمایا کہ خبر ملی ہے کہ مودودی صاحب مشرقی پاکستان کے دورہ پر جا رہے ہیں اس لیے آپ فوری طور پر ڈھاکہ چلے جائیں اور اُن کے دورہ کے اثرات زائل کرنے کی کوشش

کریں۔حضورؓ نے دو سو روپے سے کچھ زاید ہوائی جہاز کے کرایہ کے لیے بھی دیے۔آپ نے گھر آکر فوری طور پر جانے کی تیاری شروع کر دی۔صبح تین چار بجے بذریعہ بس لاہور پہنچے اور وہاں سے بذریعہ جہاز ڈھاکہ پہنچ گئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ڈھاکہ کے احمدیہ مرکز کے قریب ہی ایک کھلے میدان میں مودودی صاحب کا پہلا جلسہ تھا۔جلسہ گاہ میں ہزاروں لوگ جمع تھے۔جب مَیں نے یہ نظارہ دیکھا تو واپس مسجد میں جا کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں سر رکھ دیا اور دعا کی کہ اے مولا کریم تیرے خلیفہ نے تو مجھے اس دورہ کے اثرات زائل کرنے کے لیے یہاں بھجوایا ہے اور میرے بس سے تو یہ بات باہر ہے۔مَیں ابھی سجدہ میں ہی تھا کہ میرے معاون دوست بھاگتے ہوئے آئے اور بتایا کہ جلسے میں فساد ہو گیا ہے۔جب ہم جلسہ گاہ میں پہنچے تو لوگ ''شالہ مودودی شالہ مودودی'' کے نعرے لگا رہے تھے اور اپنی دھوتیاں اٹھا اٹھا کر سٹیج کے سامنے ناچ رہے تھے۔حتیٰ کہ مودودی صاحب کو جوتیوں کا ہار پہنایا گیا۔پولیس نے مودودی صاحب کو ان کی حفاظت کے پیش نظر اپنے حلقہ میں لے لیا اور جلسہ بند کروا دیا۔اُن کا دوسرا جلسہ چٹا گانگ میں تھا وہاں بھی یہی حشر ہوا۔بالآخر انتظامیہ نے مودودی صاحب کو کہا کہ ہم آپ کی حفاظت کی ذمہ داری سے قاصر ہیں آپ برائے مہربانی بنگال سے تشریف لے جائیں۔چنانچہ جس مقصد کے لیے حضرت مصلح موعودؓ نے مجھے ارشاد فرمایا تھا وہ بغیر میری کسی کوشش کے اللہ تعالیٰ نے بطریق احسن پورا فرما دیا۔الحمدللہ

محترم مہاشہ صاحب 1958ء میں بنگال سے واپس تشریف لا چکے تھے۔ بہت مدت تک اپنی بیماری کو گھر والوں سے چھپاتے رہے۔ایک بار گولبازار ربوہ میں سودا سلف لیتے ہوئے دل کا دورہ پڑا اور آپ زمین پر گر پڑے۔لوگوں نے اٹھا کر چارپائی پر ڈالا اور ڈاکٹر وغیرہ بلایا۔کافی دیر کے بعد جب طبیعت سنبھلی تو سودا سلف لے کر گھر واپس آگئے۔جب کسی ہمسائی کے بتانے پر آپ کی اہلیہ نے آپ سے بازار میں اچانک ہونے والی اس تکلیف کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ اس کے متعلق بتا کر آپ کو خواہ مخواہ پریشان کرنے کا کیا فائدہ تھا۔

کئی سال تک بہاولپور اور سندھ میں کام کیا لیکن آہستہ آہستہ صحت گر رہی تھی۔پھر دل کی تکلیف کی وجہ سے آپ کو دوالمیال ضلع جہلم میں متعین کر دیا گیا۔ یکم ستمبر 1968ء کی دوپہر آپ اچانک ربوہ تشریف لے آئے تو آپ کی اہلیہ کو حیرت ہوئی۔اہلیہ صاحبہ کے استفسار پر صرف اتنا کہا کہ کوئی خاص بات نہیں، دوائی ختم ہو گئی تھی۔لیکن اگلے ہی روز یعنی 2 ستمبر کی صبح آپ کو دل کا شدید دورہ ہوا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔اسی شام بعد جنازہ آپ کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ مربیان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔اس دن کا الفضل اخبار تیار ہو چکا تھا پھر بھی اس میں مختصر سی خبر دے دی گئی۔اگلے روز تفصیلی خبر شائع ہوئی جس میں یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ ''محترم مہاشہ صاحب مرحوم 1922ء میں جبکہ آپ کی عمر 15 سال تھی، ہندو دھرم ترک کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے......قادیان میں ہی مستقل سکونت اختیار کر کے 1922ء سے 1930ء تک عربی اور دینی علوم کی تحصیل مکمل کی آپ جامعہ احمدیہ قادیان کے فارغ التحصیل اور مولوی فاضل تھے مزید براں آپ کو سنسکرت پر بھی عبور حاصل تھا۔دینی علوم کی تحصیل کے بعد 1931ء میں آپ نے مربی سلسلہ احمدیہ کے طور پر کام شروع کیا اور مسلسل 36 سال تک گرانقدر خدمات بجا لانے کے بعد آپ 17 نومبر 1967ء کو بعمر 60 سال صدر انجمن احمدیہ کی ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔اس کے بعد بھی بطور مربی سلسلہ خدمات بجا لا رہے تھے......''

(روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 4 ستمبر 1968ء)

اخبار بدر یکم ستمبر اور 12 ستمبر 1968ء میں بھی تفصیلی خبریں شائع ہوئیں۔

مکرمہ ثریا غازی صاحبہ لکھتی ہیں کہ مَیں جولائی 1966ء میں سات سال بعد پاکستان گئی تو میرے ساتھ میری بیٹیاں اور میرا بھائی بھی تھا۔اس وقت ابا جان سکھر میں مقیم تھے۔آدھی رات کے بعد جب گاڑی حیدر آباد کے اسٹیشن پر پہنچی تو آپ کو وہاں موجود پایا۔آپ کے ساتھ بابو عبدالغفار صاحب صدر جماعت حیدر آباد بھی تھے۔آپ میرے بچوں کو پہلی دفعہ ملے۔ہمارا خیال تھا کہ آپ ہمارے ساتھ ہی ربوہ آئیں گے لیکن آپ نے مجھے فرمایا کہ اگرچہ مَیں تمہارے آنے کے موقع پر رخصت لے چکا تھا لیکن بابو صاحب نے 15 دن کے لیے وقف عارضی کی ہے اور مجھے ساتھ چلنے کے لیے کہا تو میں انکار نہ کر سکا۔آپ لوگ ربوہ جائیں میں چند دن بعد آ جاؤں گا۔ہمیں سخت مایوسی ہوئی۔آپ کو ساتھ چلنے پر اصرار کیا حتیٰ کہ بابو صاحب نے بھی فرمایا کہ آپ کے بچے اتنی مدت بعد آئے ہیں آپ ان کے ساتھ چلے جائیں۔لیکن آپ نے فرمایا کہ میں آپ کو درمیان میں چھوڑ کر کیسے چلا جاؤں! چنانچہ ہم اکیلے ربوہ پہنچے اور ابا جان چند روز بعد تشریف لائے۔لیکن چونکہ زیادہ چھٹیاں وقف عارضی میں ہی گزار آئے تھے اس لیے چند دن رہ کر واپس اپنی ڈیوٹی پر چلے گئے۔بعد میں بابو عبدالغفار صاحب سے معلوم ہوا کہ ہماری گاڑی چلنے کے بعد ابا جان پر دل کا دورہ پڑا اور وہ کافی دیر تک پلیٹ فارم کے بنچ پر لیٹے رہے۔

ہمارے واپس آنے سے پیشتر ایک دفعہ ابا جان پھر ربوہ تشریف لائے اور خواہش کی کہ ہم کچھ عرصہ کے لیے اَور رُک جائیں لیکن ہمارا پروگرام بن چکا تھا۔ابا جان نے جلدی واپس ڈیوٹی پر جانا تھا۔فرمایا: میں تمہیں روہڑی کے اسٹیشن پر ملوں گا۔صبح کا وقت تھا جب گاڑی روہڑی پہنچی تو ابا جان حسب وعدہ وہاں موجود تھے۔یہ آخری ملاقات نہایت مختصر اور دلگداز تھی۔وہ اچکن میں ملبوس تھے گلے میں مفلر لپیٹا ہوا تھا۔آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔اسٹیشن بالکل سنسان تھا۔گاڑی چل پڑی۔ابا جان دیر تک اسٹیشن پر کھڑے ہاتھ ہلاتے رہے۔میں بھی گاڑی سے سر نکالے ابا جان کو دیکھتی رہی۔حضرت ابا جان کی یہ آخری تصویر میرے ذہن میں ہے،ان مٹ جیسے پتھر پر کندہ نقش۔اس کے بعد میں اپنے پیارے ابا جان سے پھر کبھی نہیں مل سکی وہ ہمیں ہمارے اور اپنے خالق و مالک کے سپرد کر کے منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ ؎ آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

ابا جان نے 61 سال کی عمر میں وفات پائی۔آپ کی وفات سے دو تین دن قبل مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مکان کی چھت پر حضرت مصلح موعودؓ چند احباب کے ساتھ کھڑے ہیں اور ابا جان کا انتظار کر رہے ہیں۔میرے دیکھتے دیکھتے ابا جان سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچ جاتے ہیں۔اسی طرح کئی دوسرے لوگوں نے بھی خوابیں دیکھیں جن میں سے بعض ذاتی طور پر آپ کو جانتے بھی نہیں تھے۔ان خوابوں میں آپ کی وفات اور بلند روحانی مقام کی طرف اشارہ تھا۔

(آئندہ شمارہ میں جاری ہے۔ان شاءاللہ)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے
سینکڑوں خطبات جمعہ وخطابات اور دیگر مضامین پر مشتمل
اردو زبان میں ایک خوبصورت ویب سائٹ
khadimemasroor.uk

یک پیری و صد عیب

(ڈاکٹر احمد رضوان صادق۔ ناروے)

عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ عموماً انسان کی دماغی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ دماغ کو جلا بخشتا چلا جاتا ہے۔ مگر پھر وہ وقت بھی آتا ہے جب دوسرے اعضاء کی طرح دماغ بھی کمزور ہونا شروع ہوجاتا ہے اور بعض اوقات اس قدر بھولنا شروع کر دیتا ہے کہ اردگرد کی بھی کوئی خبر نہیں رہتی، نہ ہی اپنی صفائی پر توجہ دے سکتا ہے اور نہ ہی اپنی کسی بھی صلاحیت کو صحیح طریقے سے بروئے کار لاسکتا ہے۔ پھر بعض دوسری بیماریوں کی وجہ سے بھی انسان اپنی صفائی کا بھی کماحقہ خیال نہیں رکھ سکتا۔ مثلاً فالج، پارکنسن، ڈپریشن، جوڑوں کی بیماریاں، عضلاتی کمزوریوں کی وجہ سے وضو، غسل اور قضائے حاجت کے بعد صحیح طریقے سے صفائی نہ کرسکنے کے مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ اسی طرح پروسٹیٹ کے مسائل اور پیشاب پر مکمل کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے کپڑے صاف نہیں رہتے اور ناپاکی کا احساس رہتا ہے۔ بعض دفعہ تو ان حالات میں اولاد بھی تنگ آنا شروع ہو جاتی ہے۔ مختلف قسم کے ہیلپنگ ایڈز کی ضرورت پڑ جاتی ہے اور اچھا بھلا انسان آہستہ آہستہ کسی کام کا نہیں رہتا۔ غالبؔ نے کیا خوب کہا ہے:

مضمحل ہوگئے قویٰ غالب
اب عناصر میں اعتدال کہاں

اگر والدین اور بچے ایک دوسرے کی ضرورتوں اور جذبات کا خیال رکھنا سیکھ جائیں تو اس سے کئی مسائل اپنے آپ حل ہوجائیں گے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے بچپن میں ہماری انگلی پکڑ کر ہمیں چلنا سکھایا، پرورش کی، پڑھایا لکھایا، اسی طرح اب ہماری بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم ہر قدم پر ان بزرگوں کا ساتھ دیں، ان کے ساتھ وقت گذاریں، ان کے مسائل کو سمجھیں اور ان کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ ہمیشہ ذہن میں رکھیں کی بزرگ صرف چند سال ہمارے پاس ہیں، پھر ہم ان کی جگہ پر ہوں گے۔

ہمارے معاشرے میں بزرگوں کو اولڈ ہومز میں بھیجنے کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ پھر ہمارے دین نے بھی والدین کی خدمت کی بہت تاکید کی ہے۔ ہم اپنی اور اپنے بزرگوں کی مدد کیسے کرسکتے ہیں؟ اسی حوالے سے چند زرّیں اصول ذیل میں پیش خدمت ہیں جنہیں بزرگ افراد کے علاوہ اُن کی اولادوں اور دیگر عزیز و اقارب کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔

۱۔ سماجی طور پر سرگرم رہیں اور تنہائی سے بچیں

انسان کے دماغی مطالعے کے بعد ماہرین کو معلوم ہوا ہے کہ جو بزرگ ملنسار اور سماجی طور پر زیادہ سرگرم تھے، ان کے دماغوں میں سرمئی مادہ بہتر تھا اور اس میں زندہ اور فعال اعصابی خلیات بھی زیادہ تھے۔ ان کے برعکس گوشہ نشین اور میل جول ترک کردینے والے بزرگوں میں یہی دماغی حصہ خاصی کمزور حالت میں تھا نیز اُن میں زندہ اعصابی خلیات کی تعداد بھی بہت کم دیکھی گئی۔

یادرکھیں کہ اگر بڑھاپے میں آپ کا صرف ایک دوست بھی ہو جس کے ساتھ آپ وقت گزار سکیں اور جسے اپنی خوشی غمی میں شریک کرسکیں تو اس سے دماغی صحت پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ بہتر ہے کہ کبھی کبھار دوستوں کے ساتھ پکنک پر جائیں۔ جماعتی پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ احباب جماعت کی خوشی اور غمی میں شریک ہوں۔ بعض بزرگ اپنے بیٹے یا بیٹی کے پاس والے فلیٹ میں رہنے کی وجہ سے بھی خود کو تنہا محسوس نہیں کرتے۔

سب سے ضروری بات یہ ہے کہ بزرگ اپنی بڑھتی عمر کو بیماری نہ سمجھیں اور جہاں تک ممکن ہو سماجی طور پر فعال رہنے کی کوشش کریں۔ ہر عمر کے تجربات حاصل کریں اور انہیں انجوائے کرنے کی کوشش کریں۔ بچوں کو اپنا دوست بنائیں۔ یہ آپ کو بہت خوشی دیں گے۔ اگر آپ دن کی ایک روٹین بنالیں گے تو بہت سے مسائل سے بچ جائیں گے۔

۲۔ کتاب کو ساتھی بنائیں

اگر آپ کو کتاب پڑھنے کی عادت ہے تو بڑھاپے میں اکیلے پن کے شکار نہیں ہوں گے۔ قرآن مجید پر غور کی عادت ڈالیں۔ سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کریں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کریں۔ مذہبی کتابوں کے علاوہ تاریخی کتابیں دلچسپی کا باعث ہوسکتی ہیں۔

روزانہ اخبار کا مطالعہ اور خبریں ضرور سنیں۔ حالات حاضرہ سے باخبر رہیں۔ بڑھاپے میں اگر نظر کی کمزوری آڑے آئے تو آڈیو کتابیں سنیں۔ انٹرنیٹ کی سہولت سے استفادہ کریں۔ ٹی وی پر بھی مفید معلوماتی، تاریخی اور تفریحی پروگرامز دیکھیں۔ کم از کم ایک گھنٹہ ایم ٹی اے ضرور دیکھیں۔

۳۔ دماغی کام کرتے رہیں

بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ ضروری ہے کہ جماعتی کاموں میں مصروف رہیں۔ پسندیدہ موضوعات پر مضامین لکھیں۔ اپنی آپ بیتی لکھیں۔ روزانہ ڈائری لکھنے کی عادت ڈالیں۔ موبائل پر مفید گیمز کی Apps ڈاؤن لوڈ کریں۔ Sudoku جیسی گیمز، جن میں حسابی عمل سے دماغ متحرک رہتا ہے، یہ کافی فائدہ مند ہوسکتی ہیں۔ مغزوں (مثلاً چار مغز، بادام، اخروٹ وغیرہ) کا استعمال دماغ کے لیے بھی

نہایت مفید ہے مگر ان کے فوائد کا علم ہونے کے باوجود احباب اپنی سستی کی وجہ سے ان کا استعمال بہت کم کرتے ہیں۔ بڑھاپے میں یاداشت کی کمی سے بچنے کے لیے وائلٹ بند گوبھی کا سلاد باقاعدگی سے استعمال کریں۔ اس کے استعمال سے قبض کی تکلیف ساتھ ساتھ اَور بھی کئی مسائل سے بچے رہیں گے۔ انشاءاللہ۔

۴۔ نیند پوری کریں

بعض احباب کو عمر کے ساتھ ساتھ نیند میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ اکثر اوقات نیند کی ضرورت پانچ چھ گھنٹے رہ جاتی ہے۔ احباب اپنی کم نیند کو مفید کاموں میں صرف کر سکتے ہیں۔ مثلاً باقاعدگی سے نماز تہجد ادا کر سکتے ہیں۔ اگر نیند کا دورانیا بہت ہی کم ہو گیا ہو تو ایک بےضرر دوائی melatonin کا استعمال کر سکتے ہیں۔

۵۔ ورزش کو معمول بنائیں

عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ عمر کے ساتھ ساتھ تھکاوٹ اور سانس وغیرہ کے مسائل کی وجہ سے انسان زیادہ متحرک نہیں رہتا اور مزید آرام طلب ہو جاتا ہے جو کہ صحت کے لیے نہائت نقصان دہ ہے۔ کوشش کریں کہ دن میں دو بار آدھ آدھ گھنٹہ ورزش کریں۔ سیر کو معمول بنائیں۔ تیز چلنے کی کوشش کریں۔ ہو سکے تو جنگل میں سیر کے لیے جائیں۔ ایسا کرنے سے آپ کے گھٹنے اور پاؤں کے جوڑوں پر زیادہ بوجھ نہیں پڑے گا۔ سردیوں میں اگر برف باری اور پھسلن کی وجہ سے باہر جانا مشکل ہو تو گھر میں ضرور ورزش کریں۔ گھر میں ٹریڈمیل، سائیکل یا پھر یوٹیوب سے دیکھ کر ورزش کریں۔ رات سونے سے پہلے ہفتے میں کم از کم دو تین بار تھوڑے سے زیتون کے تیل سے پاؤں کی مالش کریں۔

٦۔ پیشاب کی تکالیف

بڑی عمر میں پیشاب کی لیکیج سے بچنے کے لیے ابھی سے pinching exercises کرتے رہیں۔ آپ یہ عمل مثلاً ٹی وی دیکھنے کے دوران یا مطالعہ کرتے ہوئے کر سکتے ہیں۔ دس پندرہ منٹ دن میں دو تین بار کریں۔ یہ عورتوں اور مردوں کے لیے یکساں مفید ہے۔ اپنے ساتھی کو یاد کرواتے رہیں کیونکہ عموماً انسان بھول جاتا ہے۔ اسی طرح بڑی عمر میں پروسٹیٹ کے مسائل سے بچنے کے لیے حلوہ کدو کے بیج (pumpkin seeds) کا باقاعدگی سے استعمال کریں۔

۷۔ اپنا کام خود کریں

جہاں تک ممکن ہو اپنا کام خود کرنے کی عادت ڈالیں۔ اپنے ساتھی اور بچوں پر بے جا بوجھ نہ ڈالیں۔ عموماً کوئی دوسرا خدمت میں کھانا اور لوازمات پیش کرے تو بخوشی استعمال کرتے ہیں، نہ کرے تو سستی کا شکار ہو کر اپنی زندگی کے معیار کو کم کر رہے ہوتے ہیں۔ اس عادت کو ختم کرنے کی کوشش کریں اور اپنا خیال خود کریں۔ یہی نہیں بلکہ کوشش کرتے رہیں کہ جہاں تک ممکن ہو آپ دوسرں کے کام آئیں۔ رات سونے سے پہلے سارے دن کا جائزہ لیں کہ آپ کس کس کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کا سبب بنے۔ اور اس طرح اپنا اگلا دن پہلے سے بہتر بنانے کی کوشش کریں۔

۸۔ غسل کی اہمیت

کوشش کریں کہ ہر روز نہائیں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ہفتہ میں کم از کم دو بار ضرور نہائیں۔ بعض دفعہ بزرگوں کو نہانے میں مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان سے پوچھتے رہیں کہ ان کو اس طرح کی کسی مدد کی ضرورت تو نہیں۔ خاص طور پر سر، کمر اور پاؤں دھونے میں بزرگوں کو عموماً مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر بال کاٹنے اور رنگنے وغیرہ میں مدد کی ضرورت ہو تو اپنی خدمات پیش کریں۔

۹۔ میڈیکل چیک اَپ

سال میں کم از کم ایک دفعہ اپنا اور بزرگوں کا باقاعدگی سے میڈیکل چیک اَپ بے حد ضروری ہے۔ تا کہ وقت پر بیماری کا علاج ہو سکے۔ عموماً ہائی بلڈ پریشر اور شوگر کی بیماری کا پتہ ایسے چیک اَپ کے بعد ہی چلتا ہے۔

۱۰۔ آنکھوں اور کانوں کا چیک اَپ

آنکھوں اور کانوں کا چیک اَپ بھی باقاعدگی سے کروائیں۔ بعض دفعہ عینک کے نمبر بدلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح قوت سماعت میں کمزوری سے بہت سے معاشرتی مسائل پیش آتے ہیں۔ ایسی صورت میں آلہ سماعت مفید ہو سکتا ہے۔

۱۱۔ دانتوں کا چیک اَپ

دانتوں کا چیک اَپ باقاعدگی سے ضرور کروائیں۔ سال میں کم از کم ایک دفعہ ضرور دانتوں کے ڈاکٹر کے پاس جائیں۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ یورپ میں بھی اکثر احباب باقاعدگی سے دانتوں کے ڈاکٹر کے پاس نہیں جاتے جس کے نتیجے میں وہ بعد میں بے حد مسائل کا شکار ہوتے ہیں۔ دانت اچانک گر جاتے ہیں۔ پھر بزرگ کھانا چبا کر نہیں کھا سکتے اور غذائی کمی کا شکار ہو سکتے ہیں۔

۱۲۔ غذا کا خیال رکھیں

بزرگوں میں غذائی کمی کا مسئلہ زیادہ دیکھنے میں آتا ہے جو اُن کے مسائل کو مزید بڑھا دیتا ہے۔ کچھ بزرگ افراد فیملی سے الگ اکیلے رہتے ہیں جہاں انہیں اپنے لیے کھانے پکانے کا انتظام خود کرنا ہوتا ہے۔ یہ ان کے لیے اچھا خاصا تردّد ہوتا ہے۔ اس لیے وہ کھانا پکانے کی بجائے جیسے تیسے گزارہ کرنے کو ترجیح دینے لگتے ہیں۔ بعض دفعہ انہیں کھانے میں ذائقہ محسوس نہیں ہوتا۔ ایسے میں کھانے کو ان کا دل ہی نہیں چاہتا۔

بھوک نہ لگنے کی ایک اہم وجہ ڈپریشن بھی ہے جو بھوک کو بری طرح سے متاثر کرتی ہے۔ کھانے کا وقت آ کر گزر جاتا ہے اور انہیں یاد بھی نہیں رہتا کہ کھانا کھانا ہے۔ یہ کیفیت ان بزرگ افراد میں زیادہ پائی جاتی ہے جن کے جیون ساتھی کا انتقال ہو گیا ہو یا وہ گھر میں اکیلے رہتے ہوں۔ غذائی کمی سے وہ نہ صرف کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں بلکہ ان کی ہڈیوں میں کیلشیم اور بعض اہم معدنیات (minerals) اور وٹامنز وغیرہ کی کمی بھی ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے انہیں ہڈیوں اور بالخصوص کولہے کی ہڈی کے مسائل کا سامنا رہتا ہے۔ ایسے مسائل سے بچنے کے لیے مچھلی کے تیل کا استعمال اور وٹامن ڈی کے ساتھ اس کے side-effects سے بچنے کے لیے وٹامن کےٹو ضرور لیں۔

بعض افراد بیماری کہ وجہ سے پیشاب آور ادویات استعمال کرتے ہیں۔ بعض دفعہ ان کے استعمال سے جسم میں پانی اور پوٹاشیم کی کمی واقع ہو سکتی ہے۔ اپنی دوائیں ڈاکٹر کے مشورہ سے باقاعدگی سے استعمال کریں۔

ڈپریشن کی وجہ سے زیادہ تر تو لوگوں کی بھوک اڑ جاتی ہے جبکہ کچھ لوگ زیادہ

کھانے لگتے ہیں اور موٹاپے کا شکار ہو سکتے ہیں۔ پھر ڈاکٹروں نے مختلف بیماریوں کی وجہ سے ان کے کچھ کھانوں پر پابندی لگا رکھی ہوتی ہے۔ مثلاً نمک، میٹھی اور چکنائی والی چیزوں میں پرہیز۔ مگر بعض بزرگ ان پرہیزوں کی پروا نہیں کرتے جس کا نتیجہ بیماریوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ متوازن غذا کا استعمال کریں۔ انڈوں اور دودھ میں زبردست غذائیت پائی جاتی ہے۔ موسم کے تازہ پھل، سبزیاں اور گوشت و مچھلی استعمال کریں اور اس ضمن میں میانہ روی کو ہرگز نہ بھولیں۔ اگر ڈاکٹر نے کسی خاص کھانے سے پرہیز بتایا ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے خود پر حرام کر لیا جائے۔ ذیابیطس میں بھی کسی حد تک مٹھاس کا استعمال ضروری ہے۔ اس لیے ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق تھوڑا بہت کھا لینا چاہیے۔ اگر کولیسٹرول زیادہ ہو تو بزرگ حضرات کو کم چکنائی والا دودھ اور اس کا دہی استعمال کرنا چاہیے۔ دہی کا استعمال دماغ کے لیے بھی نہایت مفید ہے۔

اگر ہفتے میں ایک بار نہیں تو مہینے میں ایک بار ضرور اپنا وزن چیک کریں۔

۱۳۔ قبض سے بچیں

قبض بہت سی بیماریوں کی جڑ ہے۔ بڑی عمر میں قبض اور اس سے پیدا ہونے والی بیماریاں مثلاً بواسیر بہت عام مسئلہ ہے۔ اسپغول یا اس کے چھلکے کا باقاعدگی سے استعمال نہایت مفید ہے۔ اس کے ساتھ پانی یا دودھ کا استعمال بھی ضروری ہے ورنہ فائدہ کی بجائے نقصان کا اندیشہ ہے۔

۱۴۔ خوش رہنا سیکھیں

اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی بے بہا نعمتوں کو ذہن میں لا کر شکر ادا کرنے کی عادت ڈالیں۔ ایمان کی نعمت، تعلیم کی نعمت، صحت کی نعمت، فیملی کی نعمت، دنیا و مافیہا کی نعمتیں وغیرہ وغیرہ۔ مثبت سوچ رکھیں اور منفی سوچ کو پاس نہ پھٹکنے دیں۔ کسی کا گلہ نہ کریں اور زیادتی کو معاف کرنا سیکھیں۔ یاد رکھیں: قدرت سب سے اچھا بدلہ لیتی ہے۔

۱۵۔ تبدیلی کو قبول کرنا سیکھیں

تبدیلی زندگی ہے اور وقت اور زمانے کے ساتھ آنے والی تبدیلی کو قبول کرنا زندگی کے معیار کو بڑھاتا ہے۔ عموماً انسان عمر بڑھنے کے ساتھ ماضی میں رہنا شروع کر دیتا ہے، ماضی کی سوچیں اسے گھیر لیتی ہیں جو صحت کے لیے مفید نہیں ہوتیں۔ حال میں رہنا سیکھیں۔ "shutt the door behind you" کے اصول پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ خوش رہنا سیکھیں۔ آنے والے وقت کے لئے تیار رہیں۔ مثلاً آج کل زیادہ تر گھرانوں میں ایک یا دو ہی اولادیں ہوتی ہیں۔ اگر اولاد کو کیریئر کی وجہ سے یا شادی کے بعد کسی دوسرے شہر یا ملک میں منتقل ہونا پڑے تو ایسی صورتحال کے لیے والدین کو پہلے سے ہی ذہنی طور پر تیار رہنا چاہئے۔ اپنے آپ کو مصروف رکھیں۔ آس پاس کئی معمر افراد بہت آسانی سے مل جائیں گے جو انٹرنیٹ اور موبائل کے نئے ایپلی کیشنز کا استعمال سیکھ کر بدلتے وقت کے ساتھ قدم ملا کر چل رہے ہیں۔ اب بل کی ادائیگی، شاپنگ، ٹکٹوں کی بکنگ اور بینک سے متعلق کام وغیرہ کے لیے انہیں دوسروں پر انحصار نہیں کرنا پڑتا۔

نئی نسل کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے بزرگ والدین کی تبدیلی کو بخوشی قبول کریں اور ان کے ساتھ دوستانہ رویہ اختیار کریں۔ چاہے کتنی بھی مصروفیت ہو کم سے کم صبح اور رات کو سونے سے پہلے ان کے ساتھ بات چیت کے لیے دس سے پندرہ منٹ ضرور نکالیں۔ دن میں اگر آپ ان سے صرف اتنا ہی پوچھ لیں کہ ”آپ نے کھانا کھایا یا نہیں؟“ یا یہ کہ ”آپ کا دن کیسا گذرا؟“ اور ”کسی چیز کی ضرورت ہے تو بتائیں“ وغیرہ۔ کبھی انہیں کوئی تحفہ بھی پیش کریں۔ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی انہیں بہت خوشی ملتی ہے۔

عمر کے ساتھ ساتھ ہیلپنگ ایڈز (Helping Aids) کی ضرورت پڑتی ہے مثلاً نظر کی عینک، آلہ سماعت اور چلنے کے لیے چھڑی یا واکر وغیرہ۔ جس سے بعض دفعہ انسان اپنے کو dependent محسوس کرتا ہے۔ یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یہ چیزیں انسان کی ضرورت کے لیے بنائی گئی ہیں اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔

۱۶۔ سبحان من یرانی

پھر اس حسین دن کے لیے بھی تیار رہیں جس کا پوری زندگی انسان انتظار کرتا ہے مگر قبول کرنے میں مشکل ہوتی ہے۔ جی ہاں اپنی موت کے حسین دن کے لیے۔ جب انسان اپنا آخری سانس لیتا ہے۔ جب دل اپنی آخری دھڑکن سے فارغ ہوتا ہے اور جب دماغ کی مزید کارکردگی اسے کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ تب وقت کا مطلب بدل جاتا ہے۔ بظاہر انسان کبھی نہ اٹھنے کے لیے سوجاتا ہے مگر دراصل ہمیشگی کی زندگی پاتا ہے۔ زندگی سے موت کا یہ باریک پردہ تو اٹھنا ہی ہے، اگر اسے خوشی سے قبول کریں گے تو آسانی ہوگی۔

یہ دن کئی لحاظ سے حسین کہلانے کا مستحق ہے کیونکہ اس دن ایک طرف تو انسان اپنی بہت سی کمزوریوں سے نجات پاتا ہے اور دوسری طرف ایک ابدی زندگی کی طرف رواں دواں ہو کر اپنے محبوب حقیقی سے ملنے کی جبلی خواہش کو پورا ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔

اے دوستو پیارو عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زاد راہ لے لو ، کچھ کام میں گزارو
دنیا ہے جائے فانی، دل سے اسے اتارو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے، ہماری غلطیوں کی پردہ پوشی فرمائے۔ ہماری کمزوریوں کو دُور کرے۔ دنیا اور آخرت کی حسنات عطا فرمائے اور ہم سب کا انجام بخیر کرے۔ آمین۔ جب ہم خدا کے حضور حاضر ہوں تو وہ اپنے فضل سے ہماری تمام تر کوتاہیوں کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے اپنی محبت اور بخشش کی چادر میں لپیٹ لے۔ آمین۔ ثم آمین۔

اگر آپ رسالہ انصارالدین کے لیے قلمی خدمت کرنا چاہتے ہیں
تو براہ کرم کسی بھی موضوع پر اپنا مضمون رقم کرنے سے قبل
تبادلۂ خیال ضرور کرلیں تاکہ آپ کی محنت صحیح سمت میں اور باثمر ہو:
07443396495

ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صاحب کی زبانی
سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے اخلاق کریمانہ کا تذکرہ

(بشیر احمد رفیق خان)

جناب ڈاکٹر عاشق حسین صاحب بٹالوی پنجاب کے مشہور مصنف، مورّخ اور سیاسی تجزیہ نگار تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر بہت ساری کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کو علامہ اقبال کا قرب بھی حاصل رہا تھا۔ اس موضوع پر آپ نے ایک کتاب ''اقبال کے آخری دو سال'' تحریر کی جو بہت مقبول ہوئی۔ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں آپ کی تحریرات بہت مقبول ہوئیں۔ آپ بٹالہ کے رہنے والے تھے اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بالعموم اور حضرت مصلح موعودؓ سے بالخصوص بہت پرخلوص تعلق رکھتے تھے۔ آپ مسلم لیگ کے ایک سرگرم کارکن تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح صاحب سے آپ کا گہرا تعلق رہا ہے۔

1953ء سے لے کر اپنی وفات تک آپ عموماً انگلستان میں قیام پذیر رہے۔ زیادہ وقت لائبریریوں میں گزارتے تھے۔ 1970ء کے لگ بھگ جب حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ مستقلاً لندن میں مقیم ہوئے تو ڈاکٹر بٹالوی صاحب کثرت سے ان کے پاس وقت گزارنے کے لیے مشن ہاؤس میں تشریف لاتے تھے اور حضرت چودھری سے ملاقات کے بعد زیادہ وقت خاکسار کے ساتھ دفتر میں گزارتے تھے۔ ان دنوں آپ اکثر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب سے ملنے ان کے ہاں بھی تشریف لے جاتے تھے۔

چونکہ آپ اکثر حضرت چودھری صاحبؓ سے ملاقات کا وقت طے کئے بغیر ہی پہنچ جایا کرتے تھے اس لیے جب تک حضرت چودھری صاحبؓ فارغ ہوتے، وہ وقت میرے ساتھ گزرتا۔ قائداعظم اور پاکستان بننے کے سیاسی حالات پر آپ ایک انسائیکلوپیڈیا تھے اس لیے زیادہ تر گفتگو سیاسی موضوعات پر ہوا کرتی تھی۔ مجھے سیاست میں کوئی خاص دلچسپی نہ تھی لیکن ڈاکٹر صاحب کے تالیف قلب کے طور پر ان کی لمبی گفتگو کو سنتا رہتا تھا۔

ایک دن ڈاکٹر بٹالوی صاحب نے سنایا کہ پارٹیشن کے وقت مَیں لاہور آ گیا تھا۔ چونکہ میرا بنک بٹالہ میں تھا اور پارٹیشن کی افراتفری میں اپنے بنک سے رقوم نہیں نکال سکا تھا اس لیے قیامِ لاہور کے یہ دن انتہائی مالی مشکلات کے تھے۔ ایک دن مَیں نے اخبار میں پڑھا کہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب لاہور آ گئے ہیں اور جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے گھر پر مقیم ہیں تو مَیں حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میری ملاقات حضورؓ سے کرائی گئی۔ آپؓ مجھے اچھی طرح جانتے تھے اور مجھ سے اور میرے آباواجداد سے آپؓ کے خاندانی تعلقات تھے۔ میں نے حضورؓ سے اپنی مالی پریشانیوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ بٹالہ کے بنک سے رقوم نکالنے میں مشکلات ہیں اس لیے حضورؓ میری مالی مدد فرمائیں۔ حضورؓ نے میری بات کو بڑی توجہ سے سنا اور فرمایا کہ ہم تو خود افراتفری میں قادیان سے نکل کر یہاں پہنچے ہیں اور یہاں اس پوزیشن میں نہیں کہ کسی کی مالی مدد کر سکیں اور نہ ہی مجھے معلوم ہے کہ میرے پاس لاہور کے بنک میں کتنی رقم ہے اس لیے فی الحال تو میں آپ کی مالی مدد نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر صاحب نے مزید بتایا کہ میں حضورؓ سے ملاقات کر کے باہر آیا۔ کچھ دیر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے پاس بیٹھا رہا اور پھر واپس اپنی قیام گاہ کی طرف چل پڑا۔ ابھی فٹ پاتھ پر چند قدم ہی چلا تھا کہ ایک شخص دوڑا دوڑا میری طرف آیا اور مجھے کہا کہ آپ کے لیے حضورؓ کا ایک خط ہے۔ اس نے لفافہ میرے ہاتھ میں دیا۔ میں نے وہیں کھڑے کھڑے لفافہ کھولا۔ اندر خط تھا اور 700 روپے تھے۔ خط میں حضورؓ نے لکھا تھا کہ آج زندگی میں پہلی مرتبہ میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے کہ کسی نے مجھ سے مالی مدد طلب کی ہو اور میں نے انکار کیا ہو۔ چنانچہ آپ سے مل کر جب میں اندر گیا تو میری بیوی نے میری پریشانی کو بھانپتے ہوئے اس کی وجہ پوچھی۔ مَیں نے اسے سارا واقعہ بتایا تو وہ کہنے لگیں میرے پاس کچھ رقم پڑی ہے وہ آپ بٹالوی صاحب کو دے دیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے 700 روپے کی رقم مجھے دی جو میں آپ کو بھجوا رہا ہوں۔

بٹالوی صاحب کہنے لگے میرے لیے یہ رقم ایک عظیم نعمت تھی کیونکہ میں بالکل کنگال تھا۔ اگلے دن ڈاکٹر بٹالوی صاحب حضورؓ کا اصل خط لے آئے جو حضورؓ کا اپنے دستِ مبارک سے لکھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب حضورؓ کے اس شفقت کے مظاہرے سے اس قدر متاثر تھے کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

ایک دفعہ بٹالوی صاحب نے مجھے بتایا کہ انہوں نے پبلک ریکارڈ آفس میں اُس معاہدہ کو دیکھا ہے جو شاہ عبدالعزیز ابن سعود اور برطانوی حکومت کے درمیان طے پایا تھا۔ اس معاہدہ میں برطانوی حکومت نے شاہ عبدالعزیز کو سالانہ ایک لاکھ پاؤنڈ وظیفہ دینے کا وعدہ کیا تھا اور یہ بھی اقرار کیا تھا کہ وہ سعودی حکومت کی محافظ ہوگی۔ اس کے بدلہ میں بادشاہ عبدالعزیز، برطانوی حکومت کی وفاداری کا عہد کریں گے، حجاج کی حفاظت کی ضمانت دیں گے اور خارجہ امور میں برطانوی حکومت کے فیصلوں کے پابند ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب میری درخواست پر چند دن بعد اس معاہدہ کی فوٹو کاپی بھی لے آئے جو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں بھجوا دی تھی۔ سعودی حکومت جماعت احمدیہ کو برطانیہ کا خودکاشتہ پودا کہتے نہیں تھکتی جبکہ اس معاہدے کی رُو سے وہ خود برطانوی حکومت کا خودکاشتہ پودا ہے۔ اور یہ بھی کہ جماعت احمدیہ نے ایک پیسہ بھی نہ تو کبھی برطانوی حکومت سے لیا ہے اور نہ ہی کسی اَور حکومت سے۔

ڈاکٹر صاحب زیادہ مذہبی خیالات کے آدمی نہیں تھے۔ اپنے آپ کو سیکولر

باقی صفحہ 14 پر ملاحظہ فرمائیں